تعلیم الایمان

وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ. (الزمر:٦٧)

اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہیں پہچانی
جیسا کہ اس کی قدر پہچاننے کا حق تھا۔

صفاتِ الٰہی

العدل والمقسط

میں غور وفکر کا طریقہ

مؤلف

عبداللہ صدیقی

(ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)

زیر سرپرستی

مفتی محمد شعیب مظاہری

ناشر

عظیم بک ڈپو دیوبند

حق طباعت غیر محفوظ

(بغیر کسی تبدیلی کے چھپوانے کی عام اجازت ہے)

نام کتاب:۔ صفات الٰہی العدل والمقسط میں غور وفکر طریقہ

مرتب:۔ عبداللہ صدیقی

زیر سرپرستی:۔ مفتی محمد شعیب مظاہری 9640213661

(خطیب مسجد وزیر النساء، احمد نگر، مانصاحب ٹینک، حیدر آباد)

سنہ طباعت:۔ ۲۰۲۳ء مطابق ۱۴۴۵ھ

تعداد اشاعت:۔ 300

کمپیوٹر کتابت:۔ محمد کلیم الدین سلمان قاسمی۔ 9963770669

ناشر:۔ عظیم بک ڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا۔ پن کوڈ 247554

Call: 09997177817, 09760704598

اس کتاب کے علاوہ دوسرے اسماءِ الٰہی میں غور وفکر کے لئے ہماری کتاب تعلیم الایمان کے تمام حصے پڑھئے اور ایمان بالکتب، ایمان بالرسالۃ، ایمان بالآخرۃ، ایمان بالقدر (تقدیر) پر شعوری اور عقلی اعتبار سے ایمان پیدا کرنے کیلئے "ایمانِ مفصل کو سمجھانے کا طریقہ" پڑھئے، اس کے علاوہ اولاد کو مسلمان بنانے اور لڑکیوں کو شادی سے پہلے باشعور بنانے والی دونوں کتابیں ضرور پڑھئے اور اپنے خاندان میں تحفہ دے کر دعوتِ دین کا حق ادا کیجئے۔ عظیم بکڈپو دیوبند یوپی سے نصف قیمت پر کتابیں حاصل کر سکتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کی صفات: اَلْعَدْلُ وَ الْمُقْسِطُ

اللہ تعالیٰ مکمل انصاف کرنے والا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيْتَآءِ ذِى الْقُرْبٰى. (النحل:۹۰)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ عدل واحسان اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔

☆ یہ اللہ تعالیٰ کی دو صفات ہیں، **اَلْعَدْل** کے معنی وہ ذاتِ باری تعالیٰ جس کا قول، فعل اور فیصلہ سب حق اور عین انصاف ہیں۔ (بیہقی) یعنی سراپا عدل ہی عدل ہیں، اعتدال ہی اعتدال پر ہیں، متوازن ہی متوازن ہیں۔

انصاف کرنے میں افراط وتفریط نہ ہو، کسی کی محبت' طرفداری اور جھکاؤ نہ ہو، غصہ' بغض اور عداوت نہ ہو، اپنے اور غیر، دوست و دشمن کی تمیز نہ ہو، انصاف یہ بھی ہے کہ حق کو نہ چھپایا جائے، جب کسی انسان کے دل میں اللہ کے پاس جواب دہی کا احساس ہوتو وہ انصاف کرے گا، اور انصاف کرنے میں حکمت ودانائی بھی ہو، ظلم وزیادتی نہ ہو، کسی چیز کی تقسیم میں برابری کرنا بھی عدل ہے، عدل میں اعلیٰ وادنی میں فرق نہ کریں، کسی کو اونچا اور نیچا نہ سمجھیں، اولاد کے ساتھ برابری کرنا بھی عدل ہے، جو اعضاء جس کام کے لئے دئے گئے ہوں ان کو اسی کام میں استعمال کرنا بھی عدل ہے۔

☆ **اَلْمُقْسِط**: وہ ذات جو عدل وانصاف کرنے والی ہے، اس کی طرح انصاف کرنے کی صلاحیت کوئی بھی نہیں رکھتا، دنیا میں جو انصاف انسان کرتا ہے وہ نامکمل اور ناقص ہوتا ہے، اس میں ظالم کو مکمل سزا نہیں ملتی اور مظلوم کو مکمل بدلہ بھی نہیں ملتا۔

☆ اللہ تعالیٰ اپنی ان دونوں صفات کے ذریعہ اپنی پہچان اور تعارف کروا کر بندوں کو ناامیدی اور کفر سے بچا رہا ہے، اور ایمان بالغیب کے ذریعہ ان صفات پر ایمان لا کر بندوں میں عبدیت وبندگی کا جذبہ بڑھا رہا ہے اور آخرت میں اپنے نیک کاموں پر اور حق

تلفی اور ناانصافیوں پر مکمل انصاف، اجر اور بدلہ ملنے کی تعلیم دے رہا ہے اور دنیا میں ظلم و زیادتی، ناانصافی اور حق تلفی سے بچ کر عدل و انصاف، اعتدال اور احسان کی زندگی گذارنے کی تعلیم دے رہا ہے۔

☆ عدل کے مقابل اور برعکس ناانصافی یعنی ظلم ہے، اگر انسان لفظ عدل کو اردو کے معنی کے لحاظ سے انصاف لے گا تو وہ اس صفت **اَلْعَدْل** کو پوری طرح سمجھ نہیں سکے گا، **اَلْعَدْل** کو سمجھنے کے لئے آسان مفہوم یہ یاد رکھئے کہ جو چیز جہاں کی ہے اس کو اس کے مقام پر رکھنا عین عدل و انصاف اور اعتدال ہے، دراصل عدل میں اعتدال چھپا ہوا ہے، اگر کسی بھی چیز کو اس کے مقام پر نہ رکھا جائے تو عدل نہیں ظلم ہو جائے گا اور اس ظلم کی وجہ سے وہ چیز یا تو افراط یا تفریط کا شکار ہو جائے گی، مثلاً ٹوپی کے بنانے کا مقصد سر پر رکھنا ہے، اگر اس کو سر پر رکھا گیا تو ٹوپی کے ساتھ انصاف اور عدل ہے، اگر اس کو پیروں میں رکھا جائے تو یہ ظلم ہوگا، ناانصافی ہوگی، جوتا اس لئے بنایا گیا کہ اس کو پیروں میں پہنا جائے، اگر جوتا سر پر رکھا گیا تو یہ انصاف کے خلاف ہے اور جوتے کے ساتھ ظلم ہوگا، ناانصافی ہوگی، کسی چیز کو اس کے مقام سے ہٹا کر یا تو گرا دینا یا مقام سے اوپر چڑھا دینا بے اعتدالی، ناانصافی، ظلم اور افراط و تفریط ہے۔

☆ شرک کو ظلم اس لئے کہا گیا کہ مخلوق کی جگہ مخلوق کو نہ دے کر خالق کی جگہ پر بیٹھا دیا جاتا ہے، اللہ جیسا بنا دیا جاتا ہے، یہ ناانصافی اور ظلم ہے، اللہ کو ایک اور اکیلا نہ مان کر اس کے ساتھ کئی خداؤں کو شریک کر دینا یہ ناانصافی اور ظلم ہے، خالق کو خالق کی جگہ دینا اور مخلوق کو مخلوق کی جگہ پر رکھنا یہ عین انصاف اور عدل ہے۔

☆ انسان کو اللہ نے دنیا میں کچھ آزادی و اختیار دیا ہے اور یہ تعلیم دی کہ وہ زمین پر خلیفہ بن کر زندگی کے تمام شعبوں میں عدل و انصاف اور اعتدال کے ساتھ زندگی گذارے اور ناانصافی، ظلم اور بے اعتدالی سے دور رہے، انسان کو اس بات کی بھی آزادی اور اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے تو عدل کو اختیار کرے چاہے تو ظلم کو، مگر دنیا کے ختم ہونے کے بعد

قیامت کے دن تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کر کے حساب لیا جائے گا، اور ایک ایک لمحہ کی زندگی کا جواب دینا پڑے گا، پھر اللہ تعالیٰ مکمل عدل وانصاف کرے گا، قطعی ظلم نہیں کرے گا، وہ ظلم اور ناانصافی کو پسند نہیں کرتا اور وہ خود کسی پر رتّی برابر ظلم نہیں کرتا، فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَهُ ٥ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَرَهُ ٥ (الزلزال: ۷، ۸) (جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھے گا، اور جس نے ذرّہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھے گا) جب وہ ذات سراپا انصاف ہی انصاف، عدل ہی عدل ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اس کا بندہ ایمان لاکر دنیا کی امتحانی زندگی کے ہر شعبہ میں اعتدال اختیار کر کے عدل اور توازن کے ساتھ زندگی گذارے اور اپنے آپ کو انصاف پسند بنائے۔

☆ اللہ نے پوری کائنات کا نظام بھی عدل، توازن، اعتدال پر قائم کیا، اس کے نظامِ عدل کو سمجھنے کے لئے آسان مثالیں یہ ہیں کہ اس نے اگر مچھلی پیدا کی ہے تو مچھلی کو جس ماحول اور جس جگہ زندہ رکھنا ہے اس کو وہ ماحول اور وہ جگہ عطاء کی، یعنی مچھلی کے زندہ رہنے کی اور پرورش پانے کی جگہ پانی ہے، اس کو پانی میں رکھنا یہ عین انصاف ہے، اور پھر اس کی پرورش پانے کے جو سامان اور غذائیں تھیں وہیں پر پیدا فرمادیں، یہ بھی عین انصاف ہے، اگر مچھلی کو پانی سے نکال کر زمین پر ڈال دیا جائے یا جس طرح کا پانی چاہئے اس طرح کا پانی نہ دے کر زہریلے پانی میں رکھا جائے یا غذاء پانی میں نہ رکھ کر غذاء کو حاصل کرنے زمین پر آنے کا نظام رکھا جائے تو یہ ظلم ہوجائے گا، اعتدال اور توازن کے خلاف ہوجائے گا، عدل نہیں کہلائے گا۔

☆ اللہ تعالیٰ ہر ملک کی زمین کی مناسبت اور موسموں اور وہاں کی آب وہوا کے لحاظ سے جانور اور پودے اور درخت پیدا کئے، ہر جگہ کی آب وہوا اور جغرافیائی حالات کے لحاظ سے جانوروں کو اعضاء اور مناسب جسم دیا ہے، مثلاً **Polar Bear** اللہ نے اُسے برفانی علاقوں کا ریچھ بنایا، اس کے پیروں کے تلوؤں میں بھی بال پیدا کیا جو اس کو برف پر سے پھسلنے نہیں دیتے، یہ جانور ڈھائی سے ۳؍ میٹر لمبا ہوتا ہے، زیادہ سے زیادہ ۶۵۰؍ کیلو وزنی ہوتا ہے، وہ

سخت سے سخت سردی میں آرام سے زندگی بسر کرتا ہے، یعنی منفی درجۂ حرارت میں بھی آرام سے رہتا ہے، برفانی علاقوں میں جب غذاء ملتی ہے تو کھالیتا ہے اور نہ ملنے پر کئی کئی مہینے تک بھوکا وہیں کسی غار وغیرہ میں پڑا رہتا ہے، جسم کی چربی اس کی غذاء بنتی رہتی ہے، اگر اس کو کسی گرم علاقہ میں منتقل کردیا جائے تو یہ اس کے ساتھ ظلم ہوگا اور وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اونٹ کو خاص طور پر ریگستانوں کے لئے پیدا کیا، پھر اس کے جسم کو پانی اور چارا نہ ملنے پر برداشت کی صلاحیت دی، اونٹ کو ریگستان کے ماحول اور آب و ہوا کے اعتبار سے پوری طرح موزوں جانور بنایا، اس کو ریت پر آسانی سے چلنے اور دوڑنے اور ریگستان کی آندھی وطوفان میں بچنے کی صلاحیت دے رکھی ہے، اس لئے اس کو ریگستان کا جہاز کہا جاتا ہے، اگر اس کو ریگستان میں رہنے کی ساری صفات دے کر سرد علاقوں میں رکھا جائے تو وہ زندہ نہیں رہ سکتا تھا، یہ اس کے ساتھ ناانصافی ہوجاتی یا پھر غیر ریگستانی علاقہ میں رکھائے جائے تو اس میں پھر ریگستان کے ماحول کو برداشت کرنے کی صلاحیت ختم ہوجائے گی اور وہ دوبارہ ریگستان میں زندہ نہیں رہ سکے گا، اس لئے اللہ نے اُسے جس ماحول اور آب وہوا کے لحاظ سے پیدا کیا وہیں اس کو رکھتا ہے، یہ عین عدل وانصاف ہے، توازن اور اعتدال ہے۔

☆ اسی طرح پودوں اور درختوں کا حال ہے، دنیا کے مختلف علاقوں میں وہاں کی آب و ہوا اور موسموں کے اعتبار سے اور زمین کی مناسبت سے پودوں اور درختوں کو پیدا فرمایا، اسی لئے کسی علاقہ میں کھجور زیادہ پیدا ہوتا ہے دوسرے ممالک میں نہیں ہوتا، کہیں سرد علاقوں میں خشک میوہ اخروٹ، بادام، چلغوزہ، چیرونجی، کاجو، زعفران وغیرہ پیدا ہوتا ہے، کہیں خاص طور پر سیب پیدا ہوتا ہے، کسی علاقہ میں سنترے کے درخت لگ سکتے ہیں، کہیں چاول کی کاشت زیادہ ہوتی ہے، کہیں گیہوں زیادہ پیدا ہوتا ہے، اس علاقہ میں لوگ زیادہ گیہوں کی زراعت کرتے ہیں، اسی طرح کہیں ناریل زیادہ پیدا ہوتا ہے، کہیں پر جوار اور باجرا زیادہ پیدا ہوتا ہے، یہ سب اللہ نے صفتِ عدل کے تحت انتظام کیا

ہے،اس میں توازن اوراعتدال ہے۔

☆ اسی طرح اس نے اگر سمندروں میں پانی کو کھارا بنا کر رکھا ہے تو یہ بھی اس کا عدل ہے، ورنہ پانی سڑ جاتا، اگر وہ پانی میں مدّ و جزر لاتا ہے تو یہ بھی اس کا عدل ہے، تاکہ پانی سڑنے نہ پائے اوراس میں ہلچل ہوتی رہے، موجیں اٹھتی رہیں۔

☆ اس نے جانداروں کے جسم بنائے اور جسم کی مناسبت سے اعضاء دئے، یہ اس کا عدل ہے، پھر ہر جاندار کی غذاء اس کے معدے کے حساب سے رکھی، پھر جسم کے درجۂ حرارت، دل کی دھڑکن، گردوں کا اپنا کام، دل کی ذمہ داریاں، دماغ کی ذمہ داریاں، آنکھوں، کانوں، زبان، ہاتھوں اور پیروں کا عطا کرنا اوران کی ذمہ داریاں یہ سب عدل، توازن اوراعتدال کی وجہ سے ہے، انسان اپنی بے اعتدالی اور بد پرہیزی سے اپنے جسم کے اعتدال کوخراب کرتا ہے، اگر جانداروں کو بھوک کا احساس ہی نہ ہوتا، پیاس کی شدت محسوس نہ ہوتی تو وہ بھوکے پیاسے مرجاتے، بول و براز کی حاجت محسوس نہ کرتے تو گندے ہوجاتے، نیند کا احساس نہ ہوتا تو جاگتے ہی رہتے، دل کوحرکت کرنے کا نظام نہ دیتا تو خون گردش نہ کرتا، معدے کو ہضم کرنے کا طریقہ نہ دیتا تو غذاء معدہ ہی میں رہ جاتی اورسڑ جاتی، جب جسم کا نظامِ عدل ٹوٹتا ہے، اعتدال نہیں رہتا، مثلاً وہ بعض انسانوں کو عقل میں خرابی یا کمی دے کر پاگل رکھتا ہے تا کہ صحت مند انسان اس سے عبرت ونصیحت حاصل کریں کہ صحت جسمانی بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، پاگل انسان کو بات کرنے، سوچنے، سمجھنے، پیشاب پاخانہ کی صفائی کا کوئی خیال نہیں رہتا، وہ کچرا کنڈی پر سے چن کر کھاتا اور بے حساب کھالیتا، بے وقت ہنستا اور چیختا چلاّ تا اور ننگا رہتا ہے، یہ انسان اعتدال اورتوازن سے دور ہوجاتا ہے، اللہ نے ایسے پاگل انسان کے ساتھ عدل یہ رکھا ہے کہ اس پر شریعت کے قانون کی چھوٹ دیدی، اس پر گناہ اورنافرمانی کا سوال نہیں ہوگا۔

☆ اللہ نے انسانوں کو یا ہر مخلوق کو زندگی گذارنے کے جو طریقے اوراحکام دئے اور بنائے ہیں وہ بھی عدل پر دئے، اعتدال اورتوازن پر دئے، اس میں ذراسی بھی بے اعتدالی

نہیں، مثلاً اگر وہ دنیا میں کسی کو ماں باپ کا درجہ دیا ہے، تو ان کی نسلوں کو بڑھانے کے لئے اولاد عطا کرتا ہے، اب اولاد کی پرورش، اولاد کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ماں باپ پر ذمہ داریاں ڈال کر محبت کے ساتھ پرورش کرنے کا نظامِ عدل پر ہی قائم کیا، ورنہ جانداروں کی پرورش بہت مشکل سے ہوتی، جن جانوروں کے کثرت سے بچے نکلتے ہیں، مثلاً مچھلی، مینڈک، مچھر، مکھی، مگرمچھ، سانپ، کچھوا، مرغی، چیونٹی، مکوڑے وغیرہ ان کو انڈوں سے پیدا کر کے ماں باپ کے ساتھ عدل کیا، ورنہ یہ جانور اپنے بہت سارے بچوں کی ضرورتیں پوری نہیں کر سکتے تھے اور ان کی مادہ اپنے پیٹ میں اتنے بچوں کو سنبھال ہی نہیں سکتی، مر جاتی تھی، یہ پیدائش کا نظام اعتدال اور توازن والا ہے۔

☆ اللہ نے دنیا میں انسانوں کی اولاد پر ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک، احسان، ایثار و قربانی کی جو تعلیم دی ہے، وہ بھی اس کا عین عدل ہے، اس لئے کہ ماں اپنے پیٹ میں نو مہینے تکلیف جھیل کر اور بچہ پیدا ہونے کے بعد شعور میں آنے تک راتوں کی نیند قربان کر کے اس کی خدمت کرتی اور اس پر باپ محنت کی کمائی لوٹا تا ہے، تو اولاد پر بھی ماں باپ کا احسان مند ہونا، ان کا شکر گذار ہونا، عین انصاف اور عدل ہے۔

☆ اس نے اگر کسی عورت کو کسی کی بیوی بنایا ہے تو شوہر کے ایثار اور قربانی وفاداری اور مال کے خرچ کرنے پر بیوی کو وفادار اور خدمت گذار اور مطیع ہونے کی جو تعلیم دی وہ بھی عدل ہی کی بنیاد پر دی اور اگر مرد کو قوام بنایا اور عورت سے اونچا درجہ رکھا ہے تو عدل ہی کی بنیاد پر رکھا ہے، شوہر کو بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا اور ظلم سے روکنے اور گھر والوں کے ساتھ عمدہ اخلاق پر بہترین انسان ہونے کی تعلیم دی ہے تو عدل ہی کی بنیاد پر دی ہے، ورنہ توازن اور اعتدال باقی نہیں رہتا، اگر عورت کو مرد کے حقوق اور مردوں کو عورتوں کے حقوق کی تعلیم نہ دیتا تو توازن بگڑ جاتا، جو لوگ اپنے اپنے حقوق سے واقف نہیں ہوتے وہ بے اعتدالی اور بگاڑ کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں اور ظلم کے راستہ کو اختیار کرتے ہیں۔

☆ وہ اگر کسی بندے کو موت دیتا ہے تو اس کے دوست احباب، رشتہ داروں اور

مسلمانوں کو اس میت کے ساتھ ادب واحترام اور دعاے مغفرت کرتے ہوئے نہلا دھلا کر کفنا کر احترام کے ساتھ دفن کرنے کا نظام اسی عدل ہی کے تحت دیا ہے، جانوروں کی طرح ادھر اُدھر پھینک دینے یا مرنے کے بعد مختلف اعضاء نکال لینے کا طریقہ نہیں رکھا۔

☆ اس نے جانداروں کو جسم اور اعضاء وجوارح دئے ہیں تو ان کی بقاء اور پرورش کے لئے ہوا، پانی، غذاء، اونگھ اور نیند، دوا، ہدایت ورہنمائی کا پورا نظام عدل ہی کی بنیاد پر رکھا ہے، ہوا اور پانی اس کے اطراف رکھا، ہوا اور پانی ان کو خریدنا نہیں پڑتا، خود بخود نیند طاری ہو جاتی ہے، ہدایت کے لئے عقل، ضمیر، پیغمبر، کتاب اور مدارس رکھے۔

☆ اللہ نے زنا پر سنگسار کا حکم دیا ہے تو ظلم کی بناء پر نہیں بلکہ عدل ہی کی بنیاد پر دیا ہے؛ تاکہ انسانی معاشرہ پاکیزہ اور اخلاق حسنہ سے آراستہ رہے اور جانوروں کی طرح حیوان نہ بن جائیں اور انسانوں میں نفسانی خواہش کو پورا کرنے کا اعتدال اور توازن برقرار رہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اگر مرد کو چار شادیوں کی اجازت دی ہے تو زنا سے بچانے، بے سہارا اور بیوہ عورتوں کی حفاظت اور سہارا دینے اور یتیم بچوں کی پرورش کی کفالت کا نظام بنانے کی خاطر عدل ہی کی بنیاد پر دیا ہے، ورنہ بیوہ عورتوں، مطلقہ عورتوں اور یتیم بچوں کے لئے مشکلات کی زندگی ہو جاتی، وہ بھیک مانگنے یا گناہ کی طرف مائل ہو جاتے، یہ ظلم والی زندگی ہو جاتی۔

انسان کو لباس عطا کر کے عدل کیا

پوری مخلوقات میں انسان کو لباس پہننے کا طریقہ دیا گیا ہے، یہ عین عدل ہی عدل ہے، ورنہ انسانی معاشرہ اور جنگلی معاشرہ میں فرق باقی نہیں رہتا تھا، اور سارے انسان ایک دوسرے کے سامنے، ننگے رہتے، ماں باپ بیٹا بیٹی، بھائی بہن سب بے حیاء و بے شرم بنے پھرتے، زنا کا ماحول عام ہو جاتا، لباس سے انسان کے جسم کے سارے عیب چھپ جاتے ہیں، اور خوبصورتی پیدا ہوتی ہے، اور موسموں کے اثر سے حفاظت بھی ہوتی ہے، پردہ کرنے سے جسم چھپا رہتا ہے، سیکس برقرار رہتا ہے، لباس سے انسان مہذب نظر

آتا ہے، اس لئے لباس کا طریقہ عطا کرنا عدل ہے، اور جسم کھلا رکھنا ظلم ہے، بے حیائی و بے شرمی سے زنا کی دعوت عام ہو جاتی ہے، لباس نہ ہوتا تو پردہ کی بھی ضرورت نہ رہتی، انسان کے جسم سے اللہ کا نور مٹ جاتا۔

☆ اس نے قاتل کو قتل کرنے کا حکم انسانی معاشرہ کو زندگی عطا کرنے کے لئے عدل ہی کی بنیاد پر دیا، تا کہ قاتل کو بھی اپنے قتل کا ڈر رہے اور دوسرے انسان کو قتل کرنے کی ہمت نہیں ہوتی اور انسانی جانوں کا احترام ہوتا، اس سے انسانی معاشرہ میں قتل و خون نہیں ہوتا، قاتل کو قتل کرنا پورے انسانوں کی زندگیوں کی حفاظت کا سامان ہے۔

☆ اس نے چور کو چوری پر ہاتھ کاٹنے کا حکم انسانوں کو سکون و اطمینان کی نیند عطا کرنے اور معاشرہ کو اس کمینے عمل سے پاک کرنے کے لئے بھی عدل کی بنیاد پر دیا ہے۔

☆ اس نے شراب، جوا اور سوّر کو حرام کر کے انسانوں کی صحت، عقل اور دولت کی حفاظت کرنے کیلئے بھی عدل ہی کی بنیاد پر حکم دیا ہے، بے شک وہ سراپا عدل ہی عدل ہے۔

☆ انسانوں کی حکومتیں جب ایمان سے خالی ہوتی ہیں تو وہ جو بھی قانون بناتی ہیں اس میں رعایا کی تکلیف، مصیبت اور راحت و حفاظت کا کوئی خیال نہیں رکھتیں اور نہ انسانی قانون میں اعتدال اور توازن ہوتا ہے، جب رعایا کی طرف سے احتجاج ہوتا ہے یا اس قانون کی خرابیاں سامنے آتی ہیں تو اس کی اصلاح کے لئے بار بار علاحدہ نکات بنائے جاتے ہیں اور اس قانون کی اصلاح کی جاتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کے لئے جو بھی اصول، ضابطے اور قانونِ زندگی بنایا ہے وہ معتدل اور عدل پر ہے، انسانوں کے لئے اللہ نے جو قانونِ زندگی عطا کیا ہے وہ تو پورا کا پورا انسانی فطرت کے عین مطابق ہے، انسان کی فطرت خود اس قانون کو دل سے پسند کرتی ہے اور اسی قانون کو لاگو کرنے کی خواہشمند رہتی ہے، انسان اگر اس کو اختیار کر لے تو فائدہ ہی فائدہ اور راحت ہی راحت میں رہتا ہے، اللہ نے سود کی جگہ تجارت کو، بے پردگی کی جگہ پردے کو، فضول خرچی کی جگہ کفایت کو، حرص کی جگہ قناعت کو، انسانوں کی روحانی ترقی کے لئے عدل و توازن ہی کی بنیاد پر تعلیم

دی، نماز کو مؤمن کی معراج بنا کر عدل کیا، کیونکہ بندہ نماز کے ذریعہ اس سے ملاقات کرتا ہے، اس نے روزہ کو روح اور جسم کی تندرستی بڑھانے اور تقویٰ و پرہیزگاری بڑھانے کا نظام بنا کر عدل ہی کی بنیاد پر حکم دیا، اس نے زکوٰۃ کو غریبوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا نظام بنا کر عدل وتوازن ہی کی بنیاد پر حکم دیا، اس نے حج کو مساواتِ انسانی، اتحاد واتفاق، اللہ کی محبت بڑھانے اور تجدیدِ ایمان کا ذریعہ بنا کر عدل ہی کی بنیاد پر فرض کیا ہے، تا کہ انسان روحانی طور پر نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے ذریعہ ایمان کو تازہ کرتا رہے اور روحانی ترقی میں اضافہ کرتا رہے، اس نے گندگی اور جنابت کو دور کرنے، پاکیزگی کا مزاج پیدا کرنے کے لئے وضو، غسل اور طہارت کا نظام عدل ہی کی بنیاد پر بنایا ہے، اس نے شرم و حیاء کی حفاظت، عریانیت سے بچانے، بے حیاء و بے شرم اور فحش ماحول سے بچانے لباس اور پردے کا نظام عدل ہی کی بنیاد پر قائم کیا، اگر پردہ اور لباس نہ ہوتے تو سیکس (جنسی خواہش) کھلے عام ہوجاتا اور نعوذ باللہ خالق کا یہ ظلم ہوجاتا کہ وہ انسانوں کو برائی سے نہ بچائے، اگر نکاح کی جگہ زنا کا طریقہ رکھے، تجارت کی جگہ سود کی اجازت دے، پردے کا حکم نہ دے کر بے پردگی، بے حیائی و بے شرمی سے پھرنے اور عورت کو پورا جسم چھپانے کا حکم نہ دے کر نیم عریاں رہنے کی اجازت دے، حرام اور ناجائز طریقوں سے مال کھانے کو گناہ نہ بتلائے، چوری، قتل، خون، فساد، جوا، شراب، دھوکہ بازی کو گناہ اور برائی نہ بتلائے، عورتوں کو ایک ہی وقت میں کئی مردوں سے نکاح کی اجازت دے دے، سور اور شراب کو حرام نہ کرے، بیوہ عورتوں کو دوبارہ نکاح کی اجازت نہ دے، شوہر کو باہر کی اور بیوی کو گھر کی ذمہ داریوں سے آزاد کردے تو یہ نعوذ باللہ انسانوں پر خالق کا ظلم ہی ظلم ہوتا، مگر وہ ایسا نہیں ہے، ظلم کو قطعی پسند ہی نہیں کرتا، وہ **اَلْـعَـدْل** ہے، اس نے انسان ہی نہیں کائنات کی تمام چیزوں کا نظام عدل ہی کی بنیاد پر قائم کیا، اس نے نباتات پیدا کئے، نباتات کی پرورش، دیکھ بھال اور حفاظت کا نظام انسانوں کے ذمہ بنایا، انسان ان کو وقت پر پانی دیتا ہے، ان کے لئے کھاد دیتا ہے، ان پر جراثیم کش دوائیں مارتا ہے، جب انسان

نباتات کی دن رات خدمت اور دیکھ بھال کرتا ہے تو اللہ کا یہ عدل واحسان ہی کا نظام ہے کہ نباتات انسانوں اور دوسرے جانوروں کو پھول، پھل، میوے، ترکاریاں، غلہ، اناج، دوایں، لکڑی وغیرہ جو جو انسانوں کی ضرورت ہو دیتے رہیں، نباتات کا یہ سارا نظام عدل ہی کی بنیاد پر اللہ نے قائم کیا ہے، اگر انسان زراعت نہ کرے، باغات نہ لگائے یا درختوں اور پودوں سے غافل بن جائے تو وہ غلہ اور اناج اور ترکاریوں سے محروم رہتا ہے۔

☆ اللہ نے دنیا میں انسانوں اور جانداروں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے جانور پیدا کیے، اب انسان جانوروں کی دیکھ بھال کرتا ہے اور جانوروں کو وقت پر چارہ ڈالتا ہے، وقت پر پانی پینے کا انتظام کرتا ہے، ان کی صاف صفائی کرتا ہے، ان کے بیمار ہونے پر دوایں دیتا ہے اور ہر طرح ان کی حفاظت کرتا ہے، ان کے رہنے کی جگہ بناتا ہے، تو اللہ اپنے احسان وعدل سے جانوروں سے دودھ، انڈے، گوشت اور سواریوں کا نظام بنایا، یہ سب اللہ کے نظامِ عدل سے ہی تعلق رکھتا ہے، لوگ بکریوں، گائیوں، بھینسوں کو کثرت سے پالتے ہیں، مرغیوں کے پولٹری فارم رکھتے ہیں، کھانے والی مچھلیوں، جھینگوں کے فارم ہاؤز بنا کر پالتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ اپنے عدل واحسان سے انہیں مزے مزے کی چیزیں کھلاتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ چونکہ مالکِ کائنات ہے، اس لئے یہ بھی عدل کا تقاضا ہے کہ جب اس نے مخلوق کو بنایا اور پیدا کیا ہے تو ان کی ہر ہر ضرورت کا انتظام کرے، اگر وہ انتظام نہ کرے تو ظلم ہو جائے گا، جس طرح ہم نے کسی کو ۲۴ ر گھنٹے کا نوکر مقرر کیا، اور اس کے ذمہ مختلف کام سپرد کرتے ہیں، تو اس کے لئے سواری، کھانے پینے، ٹھہرنے، روپے پیسے، دوا، لباس سب کا انتظام کرتے ہیں، اگر نہ کریں تو وہ اپنی ذمہ داریاں ادا نہیں کرسکتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ جب اپنی مخلوق کی ضرورتوں کا انتظام کرے گا تب ہی مخلوق اپنی ڈیوٹی انجام دے سکتی ہے، یہ عین انصاف، عدل اور احسان ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کے لئے سورج، چاند، ستاروں، ہوا، پانی، زمین، آسمان، معدنیات، حیوانات، جمادات، نباتات یہ سب عدل ہی کی بنیاد پر رکھا ہے، مثلاً روشنی، گرمی، دن، رات، موسم،

پھر پانی کے برسنے کا نظام سب کچھ عدل کی بنیاد پر بنا رکھا ہے، اگر یہ سب نہ رکھتا تو ظلم ہوجاتا اور مخلوقات کو بہت مصیبت اور تکلیف ہوتی، وہ اپنی ذمہ داریاں ادا نہیں کرسکتی تھیں اور کائنات کا نظام برباد ہوجاتا، اس میں فساد ہی فساد ہوتا، سورج کا وقت پر نکلنا اور غروب ہونا، چاند کا اپنے وقت پر آنا اور جانا، موسموں کا وقت پر آنا، پھل پھلاری اور ترکاریوں اور غلہ کا اپنے اپنے موسموں میں آنا، مختلف جانوروں کو مختلف جانوروں کی غذاء بنانا، یہ سب انتظامات عدل و احسان کی بنیاد پر کئے گئے ہیں۔

☆ جب اس نے کائنات کا نظام عدل ہی کی بنیاد پر بنایا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ انسان بھی عدل وانصاف کے ساتھ زندگی گذارے، ظلم اور ناانصافی کے ساتھ زندگی نہ گذارے، مگر انسانوں کا حال یہ ہے کہ جب ان کو اللہ نے زمین پر خلیفہ بنایا اور مختلف چیزوں پر اختیارات دیئے تو انسان عدل کو اختیار کرنے کے بجائے ظلم کو اختیار کرکے بے اعتدالی کی زندگی گذار رہا ہے، اس سے اس کی زندگی فساد، تباہی و بربادی اور خسارے میں چل رہی ہے، مثلاً

☆ انسان کی سب سے بڑی ناانصافی اور ظلم یہ ہے کہ وہ اللہ کی زمین پر رہ کر، اللہ کے آسمان کے نیچے سو کر، اللہ کی ہوا استعمال کرکے، اللہ کا پانی پی کر، اللہ کی غذائیں میوے، پھل وغیرہ کھا کر، اللہ کے جانوروں سے فائدہ اٹھا کر، اللہ ہی کو نہیں مانتا اور کافر بن جاتا ہے یا اللہ کے ساتھ مخلوقات کو شریک کرکے شرک کرتا ہے، یہ سب سے بڑا ظلم اور ناانصافی ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے انسان اور جن کو دنیا میں اچھے بُرے اعمال کرنے کی آزادی دی ہے، مگر انسانی حکومتیں اللہ کی زمین پر اپنی خدائی چلا کر انسانوں کو خدائی قانون کو ظلم بتلا کر اس کی جگہ آزاد انسانی قانون پر زندگی گذارنے پر مجبور کرتی ہیں اور زمین پر فساد برپا کرکے انسانوں کو جہنم کی طرف لے جارہی ہیں، اس پر دنیا کی کوئی عدالت عدل نہیں کرتی۔

☆ حکومت کے نوکر حکومت ہی کے قانون کے خلاف رشوت لیکر یا تعصب اور جانبداری کرتے ہوئے قتل، زنا، چوری، فساد، لوٹ مار، دھوکہ دہی اور غبن کرنے والوں کا ساتھ دیتے ہیں، یا غنڈوں، بدمعاشوں اور لیڈروں کو چھوٹ دے دیتے ہیں، چھوٹے

عہدے والے بڑے عہدیداروں کو معمول دے کر مجرموں کی مدد کرتے ہیں، اس پر کوئی مقدمہ نہیں ڈالا جاتا۔

☆ اگر کوئی غنڈا اور بدمعاش انسان دس قتل کردے تو دنیا کی عدالت اس کو زیادہ سے زیادہ قتل کی جگہ عمر قید کے نام پر ۱۴/سال کی جیل کی سزا دیتی ہے، انسان اپنی عقل سے قتل کا بدلہ قتل کو ظلم قرار دیتے ہیں، مگر دس قتل کا بدلہ نہیں لے سکتے۔

☆ جرائم پر لیڈروں اور پیشواؤں کے ساتھ جیل میں عام قیدیوں جیسا سلوک نہیں کیا جاتا، وہاں بھی ان کے لئے اے کلاس جیل کا انتظام ہوتا ہے، مجرم کو آرام پہنچایا جاتا ہے، یہ عدل نہیں ظلم ہے، مجرم کے جرم کرنے کے باوجود آرام دیتے ہیں۔

☆ شراب کو حکومت ذریعۂ آمدنی بنا کر شراب بنانے کی فیکٹریاں اور دُکانوں پر فروخت کرنے کے اجازت نامے دئے جاتے ہیں، دنیا میں ہزاروں انسان شام کے وقت نائٹ کلب اور بار میں ڈانس اور گانا بجانا اور شراب وزنا میں مبتلا ہو کر دولت لُٹاتے ہیں، اس سے انسان کے اخلاق خراب ہوجاتے ہیں، معاشرے میں لڑائی جھگڑے اور قتل تک ہوتے، ہوٹل اور کلب زنا کے اڈّے بنادئے جاتے، یہ سب ظلم ہی ظلم والی زندگی ہوگی۔

☆ ہزارں مرد اور عورتیں رضا مندی کے ساتھ حکومت سے چھپ کر زنا اور شراب کی محفلیں سجاتے ہیں، یا بہت سی عورتیں جسم سے لذتیں اٹھانے جسم فروشی کرتی ہیں، حکومت کو اس کی خبر تک نہیں ہوتی، عدل کی زندگی کے بجائے ظلم کی زندگی پر جیتے ہیں، اس طرح انسانی معاشرہ زنا اور شہوت رانی کا شکار ہوجاتا، قانون کی نرمی سے زانی زنا نہیں چھوڑتے بلکہ ہر روز نئے نئے مرد اور عورتیں تلاش کرتے رہتے ہیں۔

☆ کسی انسان کے قتل پر اس کی بیوی بیوہ اور بچے یتیم ہوجاتے ہیں، پیسے پیسے کے محتاج ہوجاتے ہیں، کوئی دنیا کی عدالت بچوں کی کفالت کا کوئی معاوضہ اور بدلہ نہیں دلاتی اور مجرم کو کچھ سالوں بعد جیل سے آزاد کردیا جاتا ہے، اب وہ بدمعاشوں کی طرف سے مزید قتل کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، ملکوں پر بم باری کر کے ہزاروں انسانوں کو

موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے، کوئی انسانی عدالت اس کا حساب نہیں لیتی، نہ اس کو برا سمجھتی ہے، اللہ سے نڈر بن کر قتل عام کیا جاتا ہے۔

☆ چوری اور ڈکیتی پر چور کے ہاتھ کاٹنے کو ظلم سمجھا دیا گیا اور چور کو چند دنوں کی سزا جیل میں بھیج کر دی جاتی ہے، پھر آزاد کر دیا جاتا ہے، وہ باہر آ کر نڈر بن کر بڑی بڑی چوریاں کرتا ہے، پاکٹ مار اور چور پولیس کو معمول دے کر چوری کا دھندا جاری رکھتے ہیں۔

☆ کسی کا حال یہ ہے کہ بے حیاء و بے شرم بن کر نیم عریاں لباس پہنتے ہیں، جان بوجھ کر فیشن شو اور جسمانی اعضاء کی نمائش کے لئے پیسوں کی خاطر جسم پر برائے نام کپڑا پہن کر فوٹو لیتے ہیں اور ویڈیو بنا کر ٹی وی اور سوشل میڈیا پر ڈالتے ہیں، کسی کا حال یہ ہے کہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کی تجارت کرتے ہیں اور کھاتے اور پیتے ہیں، کوئی غلو میں آ کر بدعات و خرافات اختیار کرتا ہے، کوئی فضول خرچی خوب کرتا ہے، کوئی بے پردہ پھرنا مہذب سمجھتا ہے، کوئی شادی کے نام پر لڑکی کا گھر لوٹتا ہے، ان تمام باتوں اور کاموں پر انسانی حکومت یا انسانی عدالت کوئی پکڑ اور گرفت قائم نہیں کرتی، کھلی چھوٹ دے کر ظلم کے ساتھ زندگی گذارنے کی اجازت دیتی ہے۔

☆ دنیا کی زندگی میں انسان کو انسانی قانون کی خلاف ورزی پر تو سزا ملتی ہے؛ مگر کوئی حکومت کوئی عدالت اچھے اعمال پر عدل وانصاف پر زندگی گذارنے والوں کو کوئی بدلہ اور انعام نہیں دیتی، وہ ظالم کو تو سزا دیتی ہے، مگر اس کے انصاف سے مظلوم کی کوئی صحیح مدد نہیں ہوتی، الٹا دولتمند غنڈوں، لیڈروں اور اثر و رسوخ رکھنے والوں کو ظالم ہونے کے باوجود چھٹکارا ملتا ہے۔

☆ دنیا کی انسانی حکومتیں لوگوں پر ظلم وزیادتی کے قانون بناتی ہے، اس کا حساب لینے والا اور غلط قانون بنانے والوں کو سزا دینے کوئی عدالت اور انصاف پسند ادارہ نہیں۔

☆ انسانی عدالتیں اور حکومت کے دفاتر حکومت کے دباؤ، اثر ورسوخ یا پھر تعصب کی بنیاد پر مجرم کو معمولی جرمانہ لگا کر چھوڑ دیتی ہے، حقدار کو حق دینے کے بجائے جھوٹوں کو فائدہ

پہنچاتی ہے، حکومت کے منسٹر اپنی پارٹی کے لوگوں کو یا بڑے عہدیدار رشوت لے کر عدل کے خلاف بڑی بڑی اسکیمات اپنے پسندیدہ و چہیتے لوگوں کو دیدتے ہیں یا سرکاری زمینات پر لینڈ گرابرس قبضہ کر لیتے ہیں، تو ان کی مدد کرتے یا فروخت کر دیتے ہیں، یا حکومت کا مال کھا جاتے ہیں۔

☆ لیڈر جعلی کرنسی (روپیہ پیسہ)، نقلی دوائیں اور نقلی مال چلا کر لوگوں کو نقصان پہنچاتے ہیں، لوگوں کی زندگیاں تباہ کر دیتے ہیں، یا حکومت جھوٹے مقدمے تعصب کی بنیاد پر ڈال کر معصوم لوگوں کو پکڑتی اور سزائیں دیتی ہے، جیل میں رکھتی ہے۔

☆ بڑی بڑی حکومتیں چھوٹی اور کمزور حکومتوں کی دولت لوٹتی ہیں اور ان کو غلام بنائے رکھتی ہیں، اپنا ہتھیار فروخت کرتے، چھوٹے ملکوں کو آپس میں لڑا کر اپنا فائدہ حاصل کرنے کے لئے ہزاروں انسانوں کا قتل عام کرتے ہیں اور انسانوں کے گھروں، بنگلوں، دکانوں اور جائیداد اور جانوروں کو تباہ کر دیتے ہیں،۔

☆ انسانوں کو عدل والے عمدہ اور اچھے کلچر کے مقابلہ میں بے پردگی، بے حیائی، مردوں اور عورتوں کو مخلوط تعلیم اور مخلوط نوکریاں کرنے کا طریقہ سکھا کر معاشرہ میں برائی عام کی جارہی ہے، ہر اچھے وعمدہ قانون کو غلط، ظلم، دقیانوسی، بنیاد پرستی بتلا کر خدائی قانون کو زمین پر نافذ کرنے سے روکا جاتا ہے، ان تمام کاموں اور اعمال پر دنیا کی کوئی عدالت اور کوئی حکومت مقدمہ نہیں چلاتی اور نہ ان کاموں کو غلط، گناہ، نافرمانی اور ظلم تصور کیا جاتا ہے، یہ عدل کے مقابلہ میں ظلم کی زندگی ہے۔

☆ عام طور پر انسانی حکومتیں مجرم، چور اور قاتل کی تلاش کرتی اور اس کو پکڑتی اور پھر اس سے پوری جانچ اور تحقیق کر کے حقیقت جان کر مجرم یا مظلوم سے رشوت لیتی ہے، اگر مظلوم کمزور ہو، حکومت کے لوگوں کو ان کی مرضی کے مطابق رشوت نہ دے سکے یا مجرم حکومت میں اثر ورسوخ والا ہو تو جھوٹا مقدمہ بنا کر مجرم کو بے قصور ٹھہراتی ہے اور عدالت سے عزت کے ساتھ بری کروا لیتی ہے، یا پھر مقدمہ میں ملزم، رشوت، جھوٹے بیانات اور

جھوٹے گواہوں، غلط ثبوتوں کے ذریعہ یا گواہوں کو ڈرا دھمکا کر یا گواہوں کو قتل کر کے ملزم کو بچالیا جاتا ہے، دنیا کی عدالتوں میں انسان کو سچائی ثابت کرنے اور انصاف حاصل کرنے میں بے حد مشکلات اٹھانا پڑتا ہے اور بہت دولت خرچ کرنی پڑتی ہے، مقدمہ کی پیروی کرنے والے جھوٹ پر جھوٹ بول کر دونوں فریق سے خوب پیسہ وصول کر لیتے ہیں یا بعض پیروی کرنے والے اپنے مؤکل کو جھوٹ بول کر دھوکہ اور خوش فہمی میں مبتلا رکھتے ہیں اور پیسہ کھاتے رہتے ہیں، انسان کو دنیا کی عدالتوں میں صحیح انصاف نہ ملنے پر یا مجرم سزا سے بچنے کے لئے مقدمہ ہار کر بار بار عدالتوں میں اپیل کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کے نظام کو عدل پر قائم کیا ہے، جس کی وجہ سے وہ پورے ڈسپلین اور نظم وضبط سے اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہی ہے، یہ دونوں صفات کا جب انسان کو ادراک ہوگا تو وہ زندگی کے تمام کاروبار میں ان دونوں صفات کی نقل کرتا ہوا زندگی گذارے گا، اور زندگی میں اس پر ظلم وزیادتی اور ناانصافی ہوتی رہے اور اگر دنیا میں انصاف نہ بھی ملے تو اللہ تعالیٰ کو مکمل عدل کرنے والا جان کر صبر کرے گا اور ناامید نہ ہو کر دنیا کے بجائے آخرت میں عدل وانصاف ملنے کا تصور رکھے گا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں خلیفۂ زمین بنا کر عدل وانصاف کی تاکید کی

انسان اور خاص طور پر ایمان والے اللہ تعالیٰ یعنی اپنے مالک کی صفات سے اچھی طرح واقف ہوں اور مالک کی جمالی صفات کی نقل کرتے رہیں تو وہ اپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح ادا کر سکتے ہیں، ورنہ اگر واقف نہ ہوں تو شیطانی صفات اختیار کر کے زندگی گذاریں گے، مؤمن کے لئے یہ دونوں صفات زندگی کے ہر شعبہ میں اختیار کرنا بہت لازمی اور ضروری ہے، اس سے خود اس کی زندگی میں امن وسکون پیدا ہوگا اور دنیا کے دوسرے انسانوں کو ان دونوں صفات کا بہت زبردست فائدہ پہنچے گا، اور وہ محسوس کریں گے کہ مسلمان جیسا عدل وانصاف کوئی دوسرا نہیں کر سکتا، مسلمانوں کے عدل وانصاف کو دیکھ کر وہ اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف کو سمجھ سکیں گے، دعوتِ دین کے لئے بھی یہ دونوں صفات بہت

گہرا اثر پیدا کرتی ہیں، ان دونوں صفات کی وجہ سے مسلم اور غیر مسلم کا کھلا فرق بھی ظاہر ہوجاتا ہے، اور دوسری قوموں کو اسلام سمجھنا آسان ہوجاتا ہے، چنانچہ اسلام نے خاص طور پر مسلمانوں کو تاکید کی ہے کہ چاہے کتنے ہی قریب کے رشتہ دار ہوں سختی سے عدل وانصاف کریں، ایمانی تقاضہ بھی یہی ہے کہ مسلمان ایمانداری اور سچائی کا ساتھ دیں۔

انسانی ضمیر دنیا میں اللہ کی عدالت ہے!

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے لئے دنیا میں زندگی گذارنے کے جو بھی اصول و ضوابط اور قانون بنائے ہیں وہ ان کی طبیعت اور فطرت کے عین مطابق ہیں، جیسے ہر انسان اپنی فطرت ہی کی آواز جانتا ہے، ان کا ضمیر اندر سے اُسی طرح کا قانون اور ضابطہ چاہتا ہے، اگر انسان ان پر عمل کرکے زندگی گذارے تو دنیا میں امن وسکون اور عدل وانصاف والی زندگی بن سکتی ہے، اللہ تعالیٰ کسی پر قطعی ظلم وناانصافی نہیں کرتا اور نہ کسی کو ظلم وزیادتی کی اجازت دی، اس نے خود اپنے غضب پر رحمت کو غالب رکھا ہے۔

اللہ نے ہر چیز عدل اور توازن سے پیدا کی ہے

اللہ تعالیٰ نے جو احکام وحی کے ذریعہ دنیا میں نازل کئے ہیں وہ سراسر عدل ہی پر منحصر ہیں، اس نے کائنات کی تمام چیزوں کو پورے توازن اور مکمل اعتدال کے ساتھ ہر مخلوق کی فطرت کے مطابق ہی بنایا اور پیدا کیا ہے، اور ہر چیز کے حقوق اور ذمہ داریاں بھی پورے عدل کے ساتھ مقرر کئے ہیں جس کی وجہ سے ساری مخلوقات سوائے جن وانسان کے عدل وتوازن کے ساتھ اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کررہی ہیں، ان میں ذرا سی بھی بے اعتدالی اور عدم توازن نہیں ہے، کوئی چیز بھی اپنی فطرت کے قانون کے خلاف کام نہیں کرتی، یہاں تک کہ انسان اور جنات کے جسمانی اعضاء بھی مکمل عدل کے ساتھ زندگی بھر ساتھ دیتے ہیں، اور ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔

البتہ اللہ تعالیٰ نے خود انسان و جنات کو امتحان کی خاطر اپنے اعمال سے عدل کرنے یا نہ کرنے یا ناانصافی وظلم کی آزادی دے رکھی ہے، اسی پر ان کی کامیابی وناکامی کا

فیصلہ ہوگا، اگر وہ دوسری مخلوقات کو بھی یہ اختیار دیتا تو دنیا میں فساد ہی فساد مچا ہوا ہوتا اور کائنات اتنی پُرامن اور منظّم انداز میں نہیں چلتی۔

عدل کی ضد ناانصافی اور ظلم ہے

سب سے پہلے سمجھیں کہ عدل کی ضد ناانصافی اور ظلم ہے، اگر کسی میں بھی توازن اور اعتدال نہ رہے تو وہ عدل کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں ادا نہیں کرسکتا۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کو امتحان کی جگہ بنایا اور انسانوں کو اختیار وآزادی دیا کہ وہ چاہے تو عدل پر چلیں یا چاہے تو ظلم پر زندگی گذاریں، ان پر مرنے تک جبر نہیں ہے، لیکن اس نے تاکید کی ہے کہ اس کے فرمانبردار اور نیک بندے عدل وانصاف پر چلیں اور ظلم وزیادتی اور ناانصافی اختیار نہ کریں، ورنہ ان کی دنیا وآخرت والی زندگی فساد کے حوالے ہوجائے گی، امتحان کی خاطر دنیا کی بہت ساری چیزوں کو ان کے اختیار میں دے دیا، کپڑے سے جسم کو ڈھانکنا عدل ہے، کرتا' چولہا سلگانے کے لئے استعمال کرنا ظلم ہے۔

ظلم والی زندگی سے بچانے کے لئے پیغمبر اور وحی کا انتظام کیا گیا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا کی اس امتحان گاہ میں پیدا کر کے ان کو اپنے عقل وفہم سے ہدایت حاصل کرنے کے لئے یونہی نہیں چھوڑ دیا، بلکہ ان کو ظلم والی زندگی سے بچانے ہدایت ورہنمائی کے لئے پیغمبر اور کتاب کا انتظام کیا، یہ اللہ کا عین عدل ہی عدل ہے، ورنہ انسان زندگی کے ہر شعبہ میں ظلم وناانصافی کو سمجھ نہیں سکتا تھا، اس لئے انسان پر یہ ذمہ داری نہیں ڈالی کہ وہ خود اپنے عقل وفہم سے زندگی گذارنے کا قانون اور ضابطہ بنالے، اگر ایسا ہوتا تو یہ ظلم ہوجاتا، مگر انسان شیطان کے بہکاوے میں اپنی چاہت سے اپنے اوپر ظلم کررہا ہے۔

انسان نے پیغمبر اور وحی کا انکار کر کے اپنے اوپر ظلم کیا ہے

کائنات کی تمام مخلوقات سوائے انسان اور جن کے اللہ کے بنائے ہوئے قانون اور ضابطے کے تحت زندگی گذار رہی ہے وہ ایک لمحہ بھی اللہ کے قانون سے انحراف نہیں کرتی، مگر انسانوں کی بڑی تعداد پیغمبر اور کتاب کا انکار کر کے یا کتاب الٰہی میں تحریف

کر کے انسانوں کے بنائے ہوئے ناقص اصول وضوابط اور قانون پر ظلم و ناانصافی والی زندگی گذار رہے ہیں، اور دنیا میں فساد ہی فساد برپا کئے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں انسانوں کو ظلم و ناانصافی والی زندگی سے بچانے کے لئے پیغمبروں کی ذریعہ ہدایت و رہنمائی کرتا رہا، عقائد عبادات معاشرت، معمولات اور اخلاقیات میں گمراہی سے بچانے کے لئے عدل وانصاف پر چلنے کا علم آسمان سے نازل کرتا رہا، آخر میں قرآن مجید کے ذریعہ ساری آسمانی کتابوں کا نچوڑ اور عطر بنا کر مکمل عدل پر چلنے کی آخری وحی نازل فرمائی، اگر انسان زندگی کے تمام شعبوں میں قرآن مجید کے مطابق چلے گا تو یہ عدل ہے، اس کے خلاف چلے گا تو ظلم ہو جائے گا۔

عدل میں سب سے بڑا عدل کیا ہے
اور انسان عدل کے مقابلہ ظلم کو کیسے اختیار کیا ہوا ہے

سب سے بڑا عدل یہ ہے کہ اللہ کا بندہ ہوتے ہوئے اللہ کی زمین پر رہتے ہوئے اسی کی نعمتیں استعمال کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق اللہ کو بغیر دیکھے صحیح پہچان کر ایمان لائیں اور اسی کی عبدیت و بندگی کریں۔

مگر بہت سارے لوگ اس کے نظر نہ آنے پر اس کا کھا کر اس کی چیزیں استعمال کر کے اس کا انکار کرتے اور ظلم و زیادتی والی زندگی گذارتے ہیں حالانکہ وہ خود فطرتاً یہ مانتے اور جانتے ہیں کہ کوئی چیز نہ بنائے بنتی اور نہ چلائے چلتی ہے، پھر یہ کائنات بغیر کسی بنانے والے کے کیسے چل رہی ہے، اللہ کے انکار پر انسانی عدالت پکڑ نہیں کرتی۔

بہت سارے لوگ سچائی انصاف اور عدل کے خلاف اپنے وہم وگمان سے یہ تصور کر لیتے ہیں کہ اتنی بڑی کائنات کو اکیلے اللہ کیسے چلا سکتا ہے؟ چنانچہ بغیر سند اور دلیل کے وہ خدا کو مانتے ہوئے کئی خداؤں کا تصور قائم کر کے ظلم والے راستے کو اختیار کر لیتے ہیں، اور ہر مخلوق کے خدا الگ الگ تصور کر کے ان کی پوجا و پرستش کرتے ہیں، ان سے دعائیں مانگتے ہیں انہی سے منتیں مانگتے ہیں، ان کو سجدے و رکوع کرتے ہیں، ان کے اطراف طواف

کرتے ہیں، ان ہی کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر چڑھاوے چڑھاتے ہیں، یہ بھی ظلم اور ناانصافی کی زندگی ہے، ضرورتیں اللہ پوری کرتا ہے، مگر یہ لوگ شکر مخلوقات کا ادا کرتے ہیں، اس پر دنیا کی کسی عدالت میں مقدمہ نہیں ڈالا جاسکتا۔

اللہ ہی کی عبدیت و بندگی کرنا عدل ہے

انسان پر ہر روز شکر ادا کرنا لازمی اور ضروری ہے اور اللہ نے مسلمانوں کو اپنی ملاقات کرنے دن میں پانچ مرتبہ نماز کو مؤمن کی معراج بنایا، اور رب کا شکر ادا کرنے کا سب سے اعلیٰ طریقہ سکھایا، مگر انسانوں کی بڑی تعداد ہر روز نماز کے ذریعہ اللہ سے ملاقات کرنے اور اس کا شکر ادا کرنے کے بجائے صرف جمعہ کی ایک وقت کی نماز ادا کر لیتے ہیں، یہ بھی ناشکری اور بغاوت ہے، اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اعلیٰ مقام عطا فرمایا اور اپنی چاہت سے اللہ کی عبدیت و بندگی کرنے کی آزادی دی، پھر مرنے کے بعد آخرت میں درجات حاصل کرنے کا موقع رکھا، مگر انسان شیطان کی دوستی میں اللہ کے ساتھ بغاوت کر کے ظلم و ناانصافی کی زندگی اختیار کرتا ہے۔

اللہ کی زمین پر اللہ ہی کے قانون کو نافذ کرنا عین عدل ہے!

ساری کائنات میں اللہ ہی کی حکمرانی ہے، اللہ نے انسانوں کو مختصر مدت کے لئے صرف زمین کی خلافت عطا فرمائی اور انسان کو وحی الٰہی کے ذریعہ اپنے ضابطے اور قانون عطا کر کے خلیفۂ زمین کی حیثیت سے اللہ ہی کے قانون کو نافذ کرنے کا اختیار دیا، اور اسی قانون پر انسانوں کو زندگی گذارنے کی تعلیم دی، مگر انسان کا ظلم اور ناانصافی یہ ہے کہ جب اس کو زمین پر اقتدار اور حکومت حاصل ہوتی ہے تو انسان اللہ کے احکام کو نافذ کرنے کے بجائے انسانوں کے بنائے ہوئے قانون بنا کر انسانوں کو ان پر چلنے کے لئے مجبور کرتا ہے، اور وحی الٰہی کے ہر قانون کو ظلم بتلا کر شیطانی ترغیبات میں زمین پر انسانوں کو ظلم و ناانصافی کی زندگی اختیار کرنے پر مجبور کرتا ہے، اللہ کی ملکیت و حاکمیت میں اپنی حاکمیت چلا رہا ہے اور انسانوں کو اللہ کے احکام پر چلنے نہیں دیتا۔

اللہ کے قانونِ عدل کے خلاف ظلم و ناانصافی والی زندگی

چنانچہ اللہ کے قانون کے خلاف انسانوں نے ہوٹلوں کو ناچ گانا، زنا، شراب، جوا کے اڈّے بنادیا، پوری دنیا میں سودی نظام جاری کردیا، مرد کے ساتھ مرد اور عورت کے ساتھ عورت شادی کو جائز قرار دے کر قومِ لوط کے عمل کو جاری کر دیا، اور محرم اور غیر محرم کے ناجائز تعلقات کی اجازت دیدی، مرضی سے زنا کرنے کو گناہ اور جرم نہیں کہا، قتل، چوری، زنا اور بدکاری پر معمولی سزائیں دے کر اللہ کی مقرر کردہ سزاؤں کو ظلم کہہ کر اللہ کے قانون کی جگہ انسانی تعزیراتی قانون نافذ کرلیا، پردہ کرنے کو ظلم بتلایا، مخلوقات کی عبادت پر کوئی شرک و کفر کا گناہ تصور نہیں کیا، عورتوں کو مردوں کی برابری کا احساس دلا کر دفتروں، اسکول، کالج، ہوٹلوں، دُکانوں، سوپر مارکٹس، ایرپورٹس، ہوائی جہاز، غرض ہر وہ جگہ جہاں عورت کو نہیں ہونا چاہیئے وہاں برابری کے نام پر مردوں کے ساتھ لا کھڑا کردیا، یہاں تک کہ کپڑوں کی نمائش میں ماڈل بنا کر فیشن کے نام پر عورت کو کم لباس پہنا کر بے حیاء و بے شرم بنا کر کئی عورتوں کو ہزاروں انسانوں کے سامنے حسینہ عالم منتخب کرتا ہے۔

اللہ نے مؤمن مرد وعورت کے غیر مؤمن مرد وعورت سے نکاح کو حرام قرار دیا' یہ بھی عین عدل ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر ایمان والوں کو دولت، حسب ونسب اور حسن و جمال کی بنیاد پر نہیں بلکہ تقویٰ اور دینداری کی بنیاد پر نکاح کا حکم وتاکید کی ہے، اگر ایمان والے نکاح میں عقائد واعمالِ صالحہ کو کوئی اہمیت نہ دے کر صرف جوانی، حسن، مال و دولت یا دنیوی تعلیم یا حسب نسب کو سامنے رکھ کر نکاح کریں تو وہ مرد ایسا ماحول اپنے گھر میں پیدا کریں گے جو صرف مرد اور عورت کا نہیں ان سے ہونے والی اولاد اور نسلوں کے بھی ایمان واسلام کے بیج ہی کو ختم کردیں گے، اور دیندار لوگ بھی بے دینی کا شکار ہوجائیں گے، اللہ کی اس تاکید کو اکثر مسلمان نہ مان کر ایمان واسلام کی پرواہ نہ کرکے اس کے حکم کے خلاف ظلم والے راستے کو اختیار کررہے ہیں، جس کی وجہ سے مسلم معاشرہ تباہ وبرباد ہورہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے قانونِ عدل کے چند نمونے

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ناجائز طریقوں سے مال کمانے اور کھانے کو حرام قرار دیا جس میں رشوت، سود، چوری، جوا وغیرہ سب شامل ہیں، مگر یہود نے پوری دنیا میں سودی نظام کو زندگی کے ہر شعبے میں جاری کر کے ظلم والی زندگی کا عادی بنا دیا، اور تجارت کے مقابلے سودی نظام سے انسانوں پر ظلم کرنا ان کی زندگیوں کو تباہ و برباد کرنے کے قابل بنا دیا، اللہ کے قانون عدل کو نہ سمجھنے کی وجہ سے آج پوری دنیا سودی نظام میں مبتلا ہوگئی۔

شراب کو اللہ نے حرام کیا اور بتلایا کہ اس میں فائدہ کم اور نقصان بہت زیادہ ہے، انسان باوجود جاننے کے شراب سے اس کے جسم کے اعضاء جل جاتے ہیں اور عقل و ہوش باقی نہیں رہتے اور بیماریوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں، مگر پھر بھی انسان ساری دنیا میں شراب کو صنعت بنا کر عام کیا، ظلم والے راستے کو اختیار کرلیا، یہی حال جوے کا ہے، جس سے انسانی زندگی تباہ و برباد ہوتی ہے، اس کی برائی جان کر اسی کی لالچ میں جوا کھیلتے ہیں۔

نکاح کے لئے مرد پر مہر لازم کرنا عدل ہے

اللہ تعالیٰ نے قانونِ عدل پر عورت کے لئے باپ، بیٹے، شوہر کی جائیدادوں میں حق مقرر کیا ہے، یہ عین عدل ہے اس حکم کے خلاف اگر مرد نکاح کے وقت مہر ادا کرنے کی نیت نہ رکھے تو اس کا نکاح زنا بن جاتا ہے، یا شوہر کے انتقال کے بعد شوہر کی جائیداد میں سے بیوی کا مہر نہ دیا جائے بلکہ دبا دیا جائے یا زبردستی معاف کرالیا جائے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے، لڑکی عام طور پر ماں باپ کے سہارے ہوتی ہے، اسلام نے مہر کے ذریعہ باپ، شوہر اور بیٹے کی جائیداد سے حصہ مقرر کر کے سہارا دیتا ہے، یہ اللہ کا عدل ہی عدل ہے، اسی طرح نکاح کے وقت لڑکی والوں سے تلک کے نام پر جوڑے کی رقم، جہیز اور دعوتِ طعام لی جائے تو یہ حرام کام بن جائیں گے، اس سے عدل نہیں ظلم ہوگا، اور اللہ کا غضب نازل ہوگا، نکاح میں برکت نہیں رہے گی، اللہ تعالیٰ اس کا حساب لے گا۔

لڑکیاں ماں باپ کے گھر کمائی وغیرہ نہیں کرتیں، مجبور و محتاج ماں باپ بھائی وغیرہ

کے سہارے پرورش پاتی ہیں، ان پر ظلم کر کے نکاح کرنے سے اللہ اپنی صفت المقسط سے قیامت کے دن لڑکی سے لوٹے ہوئے مال کے بدلے لڑکے اور اس کے ماں باپ کی نیکیاں لڑکی والوں کو دے کر مفلس بنا دے گا اس طرح لڑکے اور اس کے والدین مجرم بن جائیں گے، یہ اللہ کا عدل ہے اور ظلم کی سزا۔

اللہ تعالیٰ نے عورت کو طلاق کہنے کا حق و اجازت نہیں دی

یہ بھی عورت کی فطرت کے مطابق عدل ہے، اللہ نے عورت کو طلاق کہنے کا حق و اجازت نہیں دی، یہ بھی عورت کی فطرت کے مطابق عدل ہے، اس لئے کہ وہ ذرا ذرا سی بات پر شوہر کی زیادتی یا ظلم پر ناراض ہو کر یا اپنے ماں باپ کی غیر ضروری تائید یا حسب نسب کے زعم میں خوبصورت اور دولتمند ہونے پر یا شوہر کے دوسرا نکاح کر لینے پر طلاق کہہ دیتی تھی، تو اس کی زندگی برباد ہو جاتی، اور مطلقہ کی حیثیت سے اس کا دوسرا نکاح مشکل ہو کر اس کی اور اس کے بچوں کی پرورش لوگوں کے بھیک پر ہو جاتی، یا اسے دوسری شادی نہ ہونے پر آوارہ زندگی گذارنا پڑتا، اور طلاق کے بعد واپس آ کر خاندان کے لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل رہتی اور ماں باپ کی زندگی کے بعد بھائی بھاوج کی مجبور و محتاج ہو جاتی، ان کی نوکرانی بن کر مجبور زندگی گذارتی، خاندان میں اس کو کوئی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا، اس کے بچے تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہتے، تربیت کرنے والا کوئی نہیں رہتا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں قوم لوط کے عمل کو حرام قرار دے کر عدل کیا

اللہ نے انسانوں میں قوم لوط کے عمل کو حرام قرار دے کر انسان کو غیر فطری فعل اور گندگی سے بچالیا، اور حالت حیض میں شہوت پوری کرنے سے منع کر کے عدل وانصاف کا حکم دیا، چنانچہ مرد مرد کے ساتھ یا عورت عورت کے ساتھ ناجائز اور غیر فطری طریقے پر شہوت پوری کرنے کو حرام کر کے اعتدال اور عدل کا قانون دیا، مرد مرد کے ساتھ اور عورت عورت کے ساتھ شادی کرنے کو حرام قرار دیا گیا، انسان شہوت پوری کرنے کے لئے غیر فطری طریقہ اختیار کرے گا تو ایڈس اور دوسری خطرناک بیماریوں میں مبتلا ہو جائے گا، اس

لئے اللہ نے ان اعمال کوحرام کر کے عدل ہی عدل کا ضابطہ عنایت فرمایا۔

اسلام نے بعض رشتوں سے نکاح کوحرام کر کے عدل کا حکم دیا

اللہ تعالیٰ نے معاشرتی زندگی کوفساداور خرابیوں سے پاک رکھنےاور انسانی نسلوں کی حفاظت کے لئے انسانوں میں محرم ونامحرم مقرر کئے اور انسانوں کوبعض محرم رشتوں سے نکاح کوحرام کر کے عدل کا قانون دیا، چنانچہ پارسی لوگ اپنی بہن اور بیٹی سے نکاح کرتے ہیں، بدھ پرست ماموں، بھانجی، خالہ بھتیجی آپس میں رشتہ کرتے ہیں تو بعض لوگ ایک ہی وقت میں دو بہنوں سے نکاح کر کے ظلم کا راستہ اختیار کرتے ہیں، بعض لوگ سالی اور بھاوج یا چاچی سے ناجائز تعلقات پیدا کر کے نفسانی خواہش پوری کرتے ہیں، انسانی تاریخ گواہ ہے کہ باپ نے اپنی بیٹی ہی کوخود لگایا ہوا پھل سمجھ کر عصمت لوٹ لی، زمانۂ جاہلیت میں باپ کے مرنے کے بعد بیٹا سوتیلی ماں کو بیوی بنالیتا تھا، اسلام نے ان تمام باتوں کوحرام قرار دیا، اور عدل کا قانون عطا فرمایا، اللہ نے غیر ایمان والوں سے ایمان والے مرد وعورت کونکاح کرنے سے منع کیا اور حرام قرار دیا، یہ بھی عین عدل والا قانون ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جرائم پر سخت سزائیں مقرر کر کے عدل فرمایا

اللہ تعالیٰ نے زنا کے بدلے کوڑے یا سنگسار، قتل کے بدلے قتل اور اعضاء کے بدلے اعضاء جیسے سخت تعزیراتی قوانین عطا کر کے عدل ہی عدل کیا، اور متعدی بیماریوں پر ٹیکہ لگادیا، مگر آج دنیا اس قانونِ عدل پر عمل نہ کر کے اپنے اپنے ملکوں میں جرائم کونہیں روک رہی ہے، ان کے لوگ جرائم کر کے نڈر بنے ہوئے ہیں، مگر غیر مسلم ہوتے ہوئے بھی اسی میں اپنی حفاظت تصور کرتے ہیں اور فطری طور پر اسلام کی تعزیراتی سزاؤں کو اچھا سمجھتے ہیں، اسلامی سزاؤں کے قانون سے انسان مزید جرم کرنے سے دور رہتا ہے اور مجرم بننے سے بچ جاتا ہے، معاشرے کے دوسرے افراد بھی اس کی سزا کو دیکھ کر وہ جرم کرنے کی ہمت نہیں کرتے، انسان کے ناحق قتل پر بدلے میں مجرم کوقتل کرنے سے ساری انسانیت کو زندگی ملتی ہے اور انسانی جانوں کی حفاظت ہوجاتی ہے، چوری پر ہاتھ کاٹنے

سے دوسرے انسان چوری کی ہمت نہیں کرتے، زنا پر سنگسار کرنے سے انسان زنا یا زنا بالجبر کی ہمت نہیں کرسکتا، معاشرے جرائم سے پاک رہ سکتا ہے، ورنہ انسان کی جان، مال اور عصمت محفوظ نہیں رہ سکتی، ان تمام خرابیوں کو سمجھتے ہوئے عدل والی زندگی نہیں چاہتے۔

بعض غیر مسلم یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمان جانوروں کی ہتّیہ کر کے اُن پر ظلم کرتے اور کھاجاتے ہیں، کیا یہ عدل ہے؟

اللہ تعالیٰ نے جانوروں میں تمام جانوروں کو انسان کے لئے حلال نہیں کیا، جن جانوروں کو حلال رکھا ان کو باقاعدہ حلال طریقہ پر ذبح کرنے کی تعلیم دے کر عین عدل کیا، جس کی وجہ سے جانوروں کے خون کے تمام جراثیم بھی جسم سے باہر نکل جاتے ہیں اور انسان جراثیم سے پاک گوشت کھاسکتے ہیں، اس لئے کہ بیماری کے جراثیم خون ہی میں رہتے ہیں، مردہ جانور یا بغیر ذبح کیا ہوا جانور حرام کرنے میں اللہ کی ایک حکمت اور عدل یہ نظر آتا ہے کہ جھٹکے سے جو جانور ذبح کیا جاتا ہے گردن فوراً الگ ہوجانے سے دماغ کا تعلق دل سے پوری طرح ختم ہوجاتا ہےاور شریان کٹ جانے سے جسم کا سارا خون جسم ہی میں رہ جاتا ہے، اسلئے کہ گردن الگ ہوتے ہی دل فوراً حرکت بند کردیتا ہے، مردار جانور کی موت سے دل کی حرکت ختم ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے جسم کا سارا خون جسم کی تمام رگوں میں جم جاتا ہے، چونکہ جانداروں کے جسم میں بیماری کے جراثیم خون ہی میں ہوتے ہیں، اس لئے جراثیم جسم سے باہر نہیں نکلتے، انسان کو ایسے گوشت کھانے سے نقصان ہوتا ہے، حلال طریقہ سے ذبح کرنے کی وجہ سے گردن کی رگیں سامنے سے کٹتی ہیں مگر پچھلی رگوں سے دل کا تعلق قائم رہنے کی وجہ سے دماغ کے الارم پر دل تیزی سے دھڑکتے ہوئے پورے جسم کا خون دماغ کی طرف روانہ کرنا چاہتا ہے جس کی وجہ سے کٹی ہوئی رگوں سے خون باہر نکل جاتا ہے، اس لئے جانور کو ذبح کرنے کا طریقہ ظلم نہیں، اس میں جانور کو چیونٹی کے کاٹنے کے برابر تکلیف ہوتی ہے۔

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ انسان جانوروں کی ہتیہ کر کے ان کو کھاجاتا

ہے اور ظلم کرتا ہے، جبکہ اللہ جتنے جانور پیدا کئے ان میں بہت سے جانوروں کی غذاء دوسرے جانور رکھے ہیں، اس کے بغیر ان کی غذاء ہی نہیں ہے، اگر وہ دوسرے جانوروں کا شکار کر کے نہیں کھائیں گے تو بھوکے مرجائیں گے، وہ گھاس اور پھل نہیں کھا سکتے، پھر اللہ نے گوشت کھانے کے دانت اور معدہ الگ اور گھاس کھانے والوں کے دانت اور معدہ الگ بنایا، ورنہ گوشت کھانے والے گوشت نہیں کھا سکتے اور نہ ہضم کرسکتے، اسی طرح گھاس کھانے والے جانور گھاس نہیں کھا سکتے اور نہ ہضم کرسکتے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پورے اعتدال اور توازن اور مناسب انداز میں پیدا کیا، اس نے عدل ہی کی وجہ سے گھاس کھانے والوں کے دانت الگ نوکیلے کترنے والے بنائے اور جو گوشت کھانے والے جانور ہیں ان کے دانت چپٹے اور بازو میں پچلی والے بنائے، اور جو گوشت اور گھاس کھاتے ہیں ان کو دونوں قسم کے دانت دئے اور اللہ نے اپنی حکمت سے ہر جانور کی غذاء بھی الگ الگ رکھی جس کی وجہ سے کوئی گوشت کھاتے ہیں اور کوئی گھاس، اور کوئی دونوں چیزیں کھانے والے ہیں، ان کے معدے بھی اسی کے مطابق بنائے، جن جانوروں کو دانت نہیں ان کی چونچ سے پھل کتر کر کھانے اور دانہ چگنے کی صلاحیت دی، بگلا، مچھلی کو چونچ میں زندہ پکڑتا ہے، مچھلی کے کانٹے اس کے منہ میں نرم پڑ جاتے ہیں۔

بعض لوگ انسانوں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ گوشت کھانے سے غصہ رکھتے ہیں، حالانکہ انسان زیادہ تر خرگوش، ہرن، گائے، بیل، بھینس، بکری، مرغی اور مچھلی جیسے نرم طبیعت جانور ہی کھاتے ہیں، شیر ببر وغیرہ نہیں کھاتے۔

اللہ تعالیٰ نے جانداروں میں پودوں اور درختوں کو بھی جاندار بنایا، ان کو کاٹ کر انسان اپنی غذاء بناتا ہے، تمام ترکاری اور پھلوں کے درخت پودے جاندار ہیں، اسی طرح اللہ نے جانوروں کا دودھ انڈے کھانے کے قابل بنایا، دودھ بھی تو جانوروں کا خون ہے، آخر دودھ انڈے یا پھل پھلاری اور ترکاری کھانے والوں کو یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ پودوں کی یا جانوروں کے انڈے دودھ کھا کر ان پر ظلم کر رہے ہیں، صرف گوشت کھانے والوں ہی کو

الزام دیا جاتا ہے، مچھر تو جانداروں کا خون پی لیتا ہے، اس لئے انسان وسیع النظری سے غور کرے تو اسے اللہ کی صفت عدل اور اس کی قدرت سمجھ میں آسکتی ہے۔

انسان میں ضمیر کا ہونا عین عدل ہے

اللہ تعالیٰ نے بہت ساری چیزوں کو انسانوں ہی کے فائدے اور امتحان کے لئے حرام کیا ہے، یہ عین عدل ہے، مگر انسان ان کی لذتوں، مزوں اور عیش وآرام کی خاطر باوجود بُرا اور نقصان دہ جاننے کے شیطان کے بہکاوے میں آکر حلال کرلیا اور ظلم کا راستہ اختیار کرلیا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی سدھار کے لئے انسانوں میں ضمیر بھی رکھا تا کہ انسان ظلم و ناانصافی والے راستے پر چلے تو خود انسان کا اپنا ضمیر اندر سے اُسے ملامت کرے، بُرائی کا احساس دلائے۔ انسان میں ضمیر یعنی نفس لوّامہ کا رکھنا عدل ہے، تا کہ انسان وحی کی ہدایت سے فائدہ نہ بھی اٹھائے تو کم سے کم ضمیر کی آواز پر دن رات برائی اور گناہ کا احساس رکھے، اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ انصاف اور ظلم دونوں راستوں کی کھلے طور پر تعلیم دی، جنت کے ساتھ جہنم، صحیح کے ساتھ، غلط، حق کے ساتھ باطل، توحید کے ساتھ، شرک، حرام کے ساتھ حلال، پاک کے ساتھ ناپاک، اطاعت کے ساتھ نافرمانی، اعمال صالحہ کے ساتھ اعمالِ بد، اخلاقِ حسنہ کے ساتھ اخلاقِ رذیلہ اور عدل والے اور ظلم والے راستوں کو ہی سمجھانے کے لئے ضمیر کو بھی انسان کے ساتھ رکھا، یہ عدل ہے۔

ایک غیر مسلم نے سوال کیا کہ جب اللہ تمام انسانوں کا مالک ہے تو وہ صرف ایمان والوں ہی کے گناہ بار بار معاف کرتا رہتا ہے، مگر غیر مسلم کے گناہ کیوں معاف نہیں کرتا؟ کیا یہ عدل وانصاف ہے؟

اس بات کو اس مثال سے سمجھئے، مؤمن اور مشرک میں سب سے بڑا فرق توحید اور شرک کا ہے، اگر ایک میاں بیوی میں عورت صرف اور صرف اپنے شوہر ہی کی ہو کر رہے، شوہر ہی کو سب کچھ سمجھے، اپنی محبت، اپنی اطاعت اسی کے لئے خالص رکھے، کسی غیر مرد کو شوہر جیسا نہ سمجھے اور غیر مرد کی محبت وچاہت بھی نہ رکھے، شوہر ہی کے حکم پر اطاعت کرنے

کے لئے تیار رہے، اگر ایسی بیوی سے کچھ سستی کاہلی یا تھکان کی وجہ سے کبھی کسی کام میں کمی زیادتی یا تاخیر ہو جائے یا کوئی کام بھول جائے تو شوہر اپنی اس وفادار، محبت کرنے والی بیوی کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں کو نظر انداز کر کے معاف کرتا رہتا ہے، اس کی اس کوتاہی اور خدمت میں کمی پر غصہ یا ناراض نہیں ہوتا، نہ مار پیٹ کرتا ہے، یہ عدل اور انصاف ہے۔

اس کے برعکس اگر ایک بیوی شوہر کے علاوہ دوسرے مردوں پر بھی نگاہ رکھے اور دوسرے مردوں کو بھی شوہر جیسا سمجھتی ہو، ان سے شوہر جیسی محبت کرتی ہے، ان سے ناجائز تعلقات رکھتی ہے، تو ایسی صورت میں شوہر اپنی بیوی کو زوجیت سے ہی نکال دیتا ہے، برداشت ہی نہیں کرتا، طلاق دے کر علاحدہ کر دیتا ہے، شوہر کا یہ عمل بھی عدل ہے۔ (مثال رہبری کے لئے ہے، برابری کے لئے نہیں)

☆ اگر ایک غلام اپنے آقا کے گھر میں رہ کر اسی کا کھا اور پی کر، اسی سے اپنی تمام ضروریات حاصل کر کے، دوسرے جھوٹے آقاؤں کی اطاعت کرتا ہے اور ان کی فرمانبرداری کرتا ہے، کھاتا اپنے اصلی مالک کا، لیکن تعریف و بڑائی اُن کی کرتا ہے اور اپنے آقا کو برائے نام مانتے ہوئے غیروں کو بھی اپنا آقا سمجھتا ہے، تو اصلی آقا اس کو سزا بھی دیتا ہے، برداشت بھی نہیں کرتا، بے عزت و ذلیل کر کے نکال دیتا ہے، یہ عدل ہے۔

دنیا میں عقلمند اور سمجھ دار انسان اپنے فرمانبردار غلام کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں، کوتاہیوں اور بھول کو اس کی وفاداری اور اطاعت و غلامی کی بناء پر معاف کرتا رہتا ہے، وفادار، ایماندار اور فرمانبردار غلام کو سزا نہیں دیتا، یہ عدل ہے۔

اسی طرح مسلمان بھی ایمان کا برائے نام زبانی دعویٰ کر کے اللہ کی پہچان ہی نہ رکھ کر شرکیہ عقائد و اعمال میں گرفتار رہتے ہیں، مالک کو مانتے ہوئے مخلوق کو بھی مالک جیسا سمجھتے ہیں، اور مالک کے ساتھ ساتھ مخلوق کو بھی سجدہ و رکوع کرتے، ان سے منتیں، مرادیں، دعائیں، مدد اور حاجت روائی کے لئے رجوع ہوتا رہے اور اپنے شرک سے کبھی بیزار نہ ہو اور توبہ نہ کرے اور توحید کے خلاف شرک پر چلتا رہے تو ایسے مسلمان کے تمام نیک اعمال

اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا، خالص ایمان نہ ہونے کی وجہ سے اس کی توبہ بھی قبول نہیں کرتا، شرک کی وجہ سے وہ بھی دوزخ میں جائے گا، اللہ کسی پر بھی رتّی برابر ظلم نہیں کرتا۔

اس کے برعکس وہ مسلمان جو اللہ پر خالص ایمان رکھتا ہے اور اکیلے اللہ ہی سے محبت و تعلق رکھتا ہے، اللہ کے علاوہ کسی کو بھی اللہ جیسا نہیں سمجھتا' ایسے وفادار اور محبت کرنے والے فرمانبردار بندے کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں اور گناہوں کو اللہ تعالیٰ نظر انداز کر کے مختلف بہانوں سے معاف کرتا رہتا ہے، اگر وہ گناہ کرے اور مرنے سے پہلے معاف نہ کروالے' سچی توبہ نہ کرلے اور مرنے کے بعد بھی گناہ باقی رہیں تو ایسے سچے مومن کو اللہ اپنے عدل کے تحت چاہے تو انہیں بغیر سزا کے معاف بھی کر سکتا ہے، یا پھر ان کو گناہوں کی مقدار کے مطابق پاک کرنے کے لئے دوزخ میں سزا دے کر نکال لیتا ہے، اس لئے کہ جنت پاک جگہ ہے' وہاں پاک انسان ہی جا سکتے ہیں، یہ اس کا عین عدل ہے، اس لئے کہ وہ زبردست انصاف کرنے والا ہے، یہ عدل کا تقاضا ہے۔

اس کے برعکس مشرک انسان اللہ کو برائے نام مالک و آقا ماننے اور مالک کے ساتھ ساتھ دوسری گھٹیا چیزوں کو اس کی طرح مالک و آقا ماننے اور اصلی مالک کے ساتھ شریک کرے تو یہ مالک کے ساتھ بغاوت اور نمک حرامی ہوگی، وہ جہنم میں رہے گا، اللہ تعالیٰ کا اس کے ساتھ بھی یہ عدل اور انصاف ہے اور اس نے خود یہ قانون بنایا کہ اگر مشرک انسان بھی سکرات کے شروع ہونے سے قبل شرک سے سچی توبہ کر کے خالص توحید اور ایمان قبول کرلے تو اللہ اپنے عدل سے اس کے زندگی بھر کے گناہ معاف کر دیتا ہے، اور اگر مشرک انسان شرک ہی پر دنیا سے جائے تو پھر وہ جہنم میں ہی رہے گا، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے جو قید خانہ ہے۔

ایک غیر مسلم نے سوال کیا کہ اللہ جب عدل وانصاف والا ہے تو مومن کو ہمیشہ ہمیشہ کی جنت اور غیر مسلم کو ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم کیوں ہے؟

جب ایک انسان شعور اور پہچان کے ساتھ اللہ پر ایمان لاتا ہے اور زندگی بھر شرک

سے دور رہ کر اللہ تعالیٰ کی محبت میں خالص ایمان کے ساتھ اللہ ہی کی عبدیت و بندگی زندگی کے ہر شعبہ میں کرتا رہے اور مرنے تک اپنے ایمان کی حفاظت کرے اللہ ہی کی محبت ورضا کی خاطر جان و مال قربان کرے تو اس کے دنیا میں زندگی بھر ایمان پر رہنے کی وجہ سے اس کو آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ کی جنت عطا فرماتا ہے، یہ عین عدل ہے۔

غیر مسلم عقل وفہم رکھتے ہوئے ضمیر کی ملامت کرنے کے باوجود حق کو حق جانتے ہوئے دین اسلام کا انکار کرے اور زندگی بھر مخلوقات کو خدا سمجھ کر خدا کے ساتھ شریک کرے اور ان کی عبادت و پرستش کر کے زندگی گذارتا ہے بتوں ہی کے نام پر انہی کی محبت میں جان اور مال لُٹاتا ہے اور شرک ہی پر دنیا سے جاتا ہے' تو اللہ اس کے دنیا میں زندگی بھر شرک میں گرفتار رہنے اور شرک ہی کو پسند کرنے کی وجہ سے اُسے ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم میں رکھتا ہے، اس کے شرک میں رہنے سے اس کا شرک دن بہ دن اُسے مضبوط کرتا رہتا ہے، اس کے برعکس مومن کے ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے دن بہ دن تازہ اور بڑھتا ہی رہتا ہے۔

غیر مسلم کا سوال کہ دنیا میں ایک مسلمان کو سو سال کی عمر ملتی ہے اور غیر مسلم کو ۴۰ رسال کی' مگر دونوں کو سزا و جزاء ہمیشہ ہمیشہ کی کیوں؟ کیا یہ انصاف ہے؟

اللہ تعالیٰ دنیا کو انسانوں کے لئے امتحان کی جگہ بنایا اور پھر سنبھلنے اور سدھرنے کا زندگی بھر موقع عطا فرماتا رہتا ہے، ایک انسان شعور میں آنے کے بعد اپنی پسند و چاہت سے مسلم بن کر سو سال کی عمر تک بھی ایمان ہی پر رہتا ہے اور ایمان و اسلام ہی سے محبت اور اسے سچا جان کر اللہ کی محبت میں زندگی گذارتا ہے اور اللہ ہی کو اپنا مالکِ حقیقی مانتا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری پیغمبر مانتا ہے، اس کو امتحان کے لئے جتنا وقت اور مدت دی گئی تھی اس پوری مدت میں اس نے اپنی پسند و چاہت سے وفادار بندہ بنا رہا اور مرنے تک ایمان کی حفاظت کی اور پاک وصاف' اعلیٰ اور عمدہ زندگی ہی کو پسند کیا' اس لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پاک جگہ اور پاکیزہ زندگی اُسے عطا کی جائے گی۔

اس کے برعکس ایک انسان کو ۴۰ رسال والی آسان زیادہ محنت و مجاہدہ کئے بغیر مختصر

امتحان کی زندگی عطا کرنے کے باوجود اس امتحان کی مختصر مدت میں وہ اپنے عقل وضمیر کے خلاف چاہت اور پسند سے شرک اور کفر میں مبتلا رہتا ہے، اور ضمیر کی آواز کے خلاف زندگی بھر دنیا میں ناپاک وگندی زندگی اور اعمالِ رذیلہ ہی سے محبت کی تو مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کی چاہت اور پسند ہی پر اس کے اعمالِ بد کا بدلہ دینے کے لئے گندی وناپاک جگہ ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم دے گا۔

سوال یہیں زندگی کی عمر اور وقت کا نہیں ہے بلکہ زندگی کی جو مدت ملی تھی اس کا ہے، کسی کو مشکل پرچہ سوالات سو سال کے دئے جائیں، جس کی وجہ سے مختلف مسائل وتکالیف جھیل کر مجاہدے کرکے ایمان پر باقی رہتا ہے، اور کسی کو آسان پرچہ سوالات ۴۰ رسال کے دئے جائیں جس میں زیادہ محنت ومجاہدے کی ضرورت نہ تھی اس کے باوجود وہ اپنے پرچہ سوالات کے جوابات غلط دے تو فیل ہی ہوگا، اس لئے ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار امتحانی پرچہ کے جوابات پر ہے نہ کہ عمر کے کم یا زیادہ ہونے پر۔

دنیا کے امتحانات میں بھی کسی کو مشکل اور کسی کو آسان پرچہ سوالات دئے جاتے ہیں، اسی طرح آخرت کے اس امتحان میں ایک زندگی بھر حق کو مجاہدے کرتے ہوئے گلے لگائے رکھتا ہے، دوسرا زندگی بھر باطل کو عیش ومستی میں گلے لگائے رکھتا ہے، چاہے اس میں دونوں کی مدتِ عمر کتنی ہی کیوں نہ ہو، یہ عدل ہے۔

غیر مسلم کا سوال ہے کہ مؤمن کو اس کے گناہوں پر سزا دے کر جہنم سے نکال دیا جاتا ہے، مشرک کو کیوں جہنم سے نہیں نکالا جاتا؟ یہ کس طرح کا انصاف ہے؟

ایمان والے کے پاس دو قسم کے اعمال ہوتے ہیں' ایک ایمان قبول کرکے چوبیس گھنٹے اسی عقیدۂ ایمان پر جمے رہنا، ایک سیکنڈ کے لئے بھی مسلمان اس عقیدہ سے نہیں ہٹنا، دوسرے اس عقیدۂ ایمان کے تقاضے پورا کرنا، ایمانی تقاضے پورا کرنے کے لئے مسلمان طہارت حاصل کرتا ہے، وضو اور غسل کرتا ہے، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ادا کرتا ہے، گناہوں سے بچتا ہے، پردہ کرتا ہے، دعوت وتبلیغ کرتا ہے، اس طرح دن رات وہ بہت سارے

اعمالِ صالحہ اختیار کر کے ایمان کے ساتھ ساتھ اسلام پر زندگی گذارتا ہے، عقیدۂ ایمان ایسا عمل ہے جو دن رات مؤمن کے ساتھ ہی جڑا رہتا ہے، مرنے تک کبھی الگ نہیں ہوتا، یہاں تک کہ مؤمن جب سوتا ہے تو اللہ کا نام لیکر اور اللہ ہی پر ایمان کا اقرار کر کے سوتا ہے، پھر صبح بیدار ہوتا ہے تو اللہ کا شکر ادا کر کے اُسی کا نام لیکر اٹھتا ہے، اس کا ایمان ۲۴ ر گھنٹے اس کے ذہن و دماغ میں جما رہتا ہے، کبھی الگ نہیں ہوتا، وہ کبھی ایمان سے دور اور خالی نہیں ہوتا، بار بار کلمہ طیبہ پڑھ کر ہر لمحہ اپنے ایمان کو تازہ کرتا ہے اور اعمال صالحہ سے زندہ رکھتا ہے، اس کے برعکس ایمان رکھتے ہوئے غفلت، نادانی اور شیطان کے بہکاوے میں، نفس امارہ کے غلبہ یا مجبوری ومحتاجی سے اطاعت وعبادات میں کمی کرتا ہے یا دور رہتا ہے یا نافرمانی کرتا ہے، مثلاً کبھی ناپاک رہتا ہے، بے طہارت پھرتا رہتا ہے، کبھی بے پردہ، بے حیاء و بے شرمی کرتا ہے، نیم برہنہ لباس پہنتا ہے، کبھی ناچ گانے دیکھتا اور سنتا ہے، کبھی غصہ میں گالی دیتا ہے، کبھی کسی کا حق پوری طرح ادا نہیں کرتا، قرض لیکر ڈبو دیتا ہے، امانت میں خیانت کرتا ہے، کبھی نماز ادا نہیں کرتا، کبھی روزہ نہیں رکھتا، کبھی زکوٰۃ پوری ادا نہیں کرتا، اس طرح اسلام کے کچھ احکام پر عمل کرتا ہے اور کچھ احکام کی نافرمانی کرتا ہے۔

نماز ادا کرنے کے بعد دوسری نماز تک پھر عبادت والا عمل ختم ہو جاتا ہے، نماز اس سے الگ ہو جاتی ہے، وہ حالتِ نماز میں نہیں رہتا، روزہ ختم ہونے کے بعد روزہ والی عبادت اس سے الگ ہو جاتی ہے، وہ حالت روزہ میں نہیں رہتا، حج کے بعد پھر ایک سال تک حج والی عبادت سے دور رہتا ہے، مگر ایمان ایک ایسی چیز ہے اور ایسا عمل ہے جو اس سے ایک بار قبول کرنے کے بعد الگ نہیں ہوتا، چوبیس گھنٹے ساتھ رہتا ہے، اس لئے پہلا عمل ایمان ہے جو اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے اللہ کی رحمت سے اس پر انسان کی نجات و کامیابی اور جنت کا وہ حقدار ہو جاتا ہے، مگر اس کو اپنے اعمال یعنی اسلام میں کمی اور خرابی و گندگی کو دور کرنے کے لئے صفائی حاصل کرنا پڑتا ہے، اس لئے کہ بغیر پاکی حاصل کئے وہ جنت میں نہیں داخل ہو سکتا ہے کیونکہ جنت پاکیزہ مقام ہے، اللہ نے پاکیزہ لوگوں کے لئے

بنایا ہے، وہاں جانے کے لئے پاک بننا پڑتا ہے، گناہوں کی گندگی کے ساتھ وہاں نہیں جاسکتا، دوزخ میں مومن کی دھلائی ایمان پر نہیں بلکہ اعمال کی خرابی اور کمی پر ہوگی، پھر اس کو پاک کر کے جہنم سے نکال لیا جاتا ہے اور ایک نہر میں غوطہ دے کر جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے، مؤمن کے اعمال میں جتنی کمی ہوگی اتنے ہی گناہ کی سزا اُسے ملے گی، مؤمن کے لئے دوزخ حمام ہے، ایمان کی وجہ سے پاک ہو کر وہ جنت میں چلا جاتا ہے۔

اس کے برعکس غیر ایمان والے کے پاس نہ ایمان ہوتا ہے اور نہ اسلام یعنی اعمالِ صالحہ، اگر وہ کچھ اچھے اعمال کرتا بھی ہے تو بغیر ایمان کے وہ قبول نہیں ہوتے، جیسے ایک انسان بغیر پاسپورٹ کے سفر کرے تو کتنا ہی اچھا ہو اس کو اترتے ہی گرفتار کر لیا جاتا ہے، اس لئے مشرک انسان کو ایمان کے نہ ہونے اور اعمالِ رذیلہ میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا ہوگا، جنت میں جانے کے لئے ایمان شرط ہے، مشرک انسان چونکہ شرک کر کے روح کو گندی اور ناپاک رکھتا ہے اور اعمالِ رذیلہ سے گندگی و ناپاکی ہی میں گرفتار رہتا ہے، اس کی روح میں شرکیہ عقائد و اعمال کی وجہ سے گندگی اور ناپاکی بھری رہتی ہے، اور شرکیہ عقائد و اعمال اس کے مرنے تک ساتھ رہتے ہیں، اس لئے اللہ کے قانونِ عدل کے تحت وہ باغی اور غدار شمار ہو کر جہنم سے نکلنے، نجات پانے، پاک ہونے کے حق سے محروم ہو جاتا ہے، کافر اور مشرک کے لئے دوزخ جیل خانہ ہے، عدل یہ ہے کہ جہنم ہی اس کا آخری ٹھکانہ ہو۔

اللہ کے قانونِ عدل کے تحت غیر مسلم ایمان قبول کرنے کے بعد اس کو دوگنا اجر اور پیدائشی مسلمان کو ایک ہی اجر کیوں؟

ایک انسان کا منفی حالات مصیبت کے حالات میں امتحان لینا بہت سخت امتحان ہوتا ہے، اور ایک انسان کا مثبت حالات میں امتحان لینا آسان اور آرام دہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے عدل کے مطابق ایک انسان جب غیر مسلم ماں باپ اور غیر مسلم معاشرے میں پیدا ہوتا ہے تو اس کے لئے بہت زیادہ منفی حالات ہوتے ہیں، اس کو اپنے خاندان، قبیلہ

اور معاشرے سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے، اور اپنی چاہت و پسند سے حق کو اختیار کرنے کے لئے پورے معاشرے سے کٹ کر ان کی مخالفت مول کر ظلم سہتے ہوئے معاشی تنگی میں مبتلا ہو کر حق کو اختیار کرنا پڑتا ہے، پھر کلمہ پڑھنے کے بعد قرآن وحدیث کے ذریعہ دین کو سمجھ کر وہ اسلام کی پابندی کرتا ہے، اسے اپنی زندگی کو کفر وشرک کے خلاف اسلامی کلچر پر ڈھالنا پڑتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے عدل سے اُسے پیدائشی مسلمان کے مقابلے دوہرا ثواب کا مستحق قرار دیتا ہے۔

اس کے برعکس ایک انسان مسلم ماں باپ کے پیٹ سے' مسلم معاشرے و ماحول میں پیدا ہوتا ہے تو اس کو بچپن ہی سے مثبت اور آسان طریقے سے مخالفت اور ظلم وزیادتی کے حالات سے گذرے بغیر اسلامی ماحول اور معاشرہ ملتا ہے، اس کو باقاعدہ اسلام پر چلنے کے لئے مخالفت نہیں ملتی اور اپنے معاشرے سے مقابلہ کرنا نہیں پڑتا، ماں باپ اور دوسرے رشتہ دار اس کا ساتھ دیتے، بچپن سے ہر طرف اس کے لئے اجالا ہی اجالا یعنی مسلم معاشرہ نظر آتا، وہ ماں باپ کی تربیت سے آسانی سے اسلام کا پابند بن جاتا ہے، اس لئے اللہ نے اس کے لئے ایک ہی اجر رکھا ہے۔ واللہ اعلم۔

ایک غیر مسلم نے سوال کیا کہ اسلام عدل کی بات کرتا ہے، اسلام نے مسلم مردوں کو اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی اجازت دی، اس کے برعکس مسلم عورت کو اہل کتاب مرد سے نکاح کی اجازت نہیں دی، کیا یہ انصاف اور برابری ہے؟

اس کا جواب عقلی اعتبار سے مسلمان نے یہ دیا کہ مسلمان عقیدہ وایمان کی وجہ سے اللہ، فرشتوں، کتابوں، تمام پیغمبروں اور آخرت کو مانتے ہیں جس کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ کو پوری عزت ومحبت دیتے ہیں، ان کا نام پیغمبر کی حیثیت سے لیکر احترام کرتے ہیں، ان پر نازل کی گئی آسمانی کتاب انجیل کو مقدس کتاب مانتے ہیں، تم لوگ قرآن کو نہیں مانتے اور پیغمبر محمد ﷺ کو پیغمبر نہیں مانتے اور نہ ان کا احترام وعزت کرتے ہیں، اس لئے تمہاری عورت

ہمارے پاس آئے تو اس کو کوئی ذہنی اذیت اور کوفت نہیں ہوتی وہ اطمینان سے عیسائی رہتے ہوئے زندگی گذار سکتی ہے، اس کے برعکس ہماری عورت تمہارے معاشرے میں کسی کی بیوی بن کر جائے تو وہ اپنے پیغمبر اور کتاب الٰہی کی توہین برداشت نہیں کرسکتی، دن رات ذہنی کوفت میں مبتلا رہے گی۔

اس کے برعکس اس کا شوہر اس کے عقیدۂ ایمان کو اسلام سے ہٹانے کی کوشش کرے گا، ورنہ ظلم کرے گا اور اسے اسلام کے مطابق زندگی گذارنے نہیں دے گا، اولاد جو پیدا ہوگی ماں کے عقیدہ کے خلاف انہیں عیسائی بنائے گا اور گمراہ عقیدہ سکھائے گا، بیوی کو مجبوراً شوہر کا ہم خیال بن کر اسے خوش رکھنا پڑے گا، تبھی ازدواجی زندگی خوشی سے چل سکتی ہے، میاں بیوی ہم خیال نہ ہوں تو ہر روز لڑائی جھگڑے ہوتے رہیں گے، اس کو شراب' خنزیر کے گوشت اور بے پردگی سے نفرت رہے گی، وہ شراب پینے اور گوشت پکانے سے انکار کرے گی، اور شوہر اپنی بیوی کو ناچ گانے بجانے، اور نیم برہنہ کلچر میں ڈھالنے کی کوشش کرے گا اور اس کو پردہ کرنے نہیں دے گا، اس کے برعکس مسلمان اپنی عیسائی بیوی کو اسلامی عقیدہ و کلچر پر چلنے کے لئے مجبور نہیں کرتا۔

اس لئے یہ عدل ہے کہ مسلم عورت کو اہل کتاب مرد سے نکاح کی اجازت دینا اس کو مصیبت میں مبتلا کرنا ہے، میاں بیوی کی زندگی میں آپسی نفرت ایک دوسرے پر تنقید نہ ہو تب ہی کامیاب زندگی چل سکتی ہے، واللہ اعلم شاید اللہ نے اُسے اذیت سے بچالیا، اس کے علاوہ اور بھی وجوہات ہوسکتی ہیں۔

اکثر غیر مسلم عورتیں کہتی ہیں کہ اسلام مرد کو چار عورتوں سے نکاح کی اجازت دیتا ہے، پھر عورتوں کو یہ آزادی کیوں نہیں؟ کیا یہ انصاف اور برابری ہے؟

اگر عورت کو چار مردوں سے ایک ہی وقت میں نکاح کی اجازت دی جاتی تو سوچئے کہ اس کا حقیقی شوہر کون ہوتا ہے اور وہ کس مرد کو اپنا شوہر کہتی، اس سے پیدا ہونے والے بچوں کی پرورش کی ذمہ داری کونسا مرد لیتا اور بچے کس مرد کو اپنا باپ مانتے اور کونسا مرد ان

بچوں کو اپنی اولاد کہتا، ساری ذمہ داری اکیلی عورت پر پڑ جاتی، پھر ان چاروں میں سے وہ کس کے ساتھ رہتی، اگر چاروں ایک ہی وقت میں اپنی خدمت کے لئے اُسے بلائے تو وہ کس کی خدمت پہلے کرتی، کس کا حکم مانتی، ایک ہی وقت میں چار مردوں سے ایک عورت کا نکاح کرنا آوارہ پن ہوجاتا، عورت کا سکون برباد ہوجاتا، اس لئے عورت کو ایک وقت میں ایک ہی مرد سے نکاح کرنا عدل ہے، چار کے ساتھ زندگی گذارنا جانوروں کا کلچر ہے، انسانی فطرت کے خلاف بھی ہے، سوائے چند چرندوں اور درندوں کے سب جانور ایک وقت میں ایک ہی جوڑا بن کر رہتے ہیں، دوسرے نر اور مادہ کے ساتھ نہیں رہتے۔

ایک غیر مسلم نے کہا کہ مسلم پڑھے لکھے جاہل ہیں، جو اپنی عورتوں کو چاردیواری میں بند رکھتے ہیں، کیا یہ ظلم نہیں؟ کیا یہ عورتوں کے ساتھ انصاف ہے؟

مسلمان نے کہا کہ اللہ نے مختلف مخلوقات کو پیدا فرمایا اور ہر مخلوق کے جینے اور زندگی گذارنے کے الگ الگ کلچر بنائے، تمام جانداروں میں سیکس رکھا، کچھ جاندار ایسے ہیں کہ ان میں جوڑے بن کر رہنے کا طریقہ نہیں رکھا، اور سیکس کو فری رکھا گیا، چنانچہ گائے' بیل' بھینس' بھیڑ' بکری' شیر' ببر' ہرن اور مرغی میں ایک نر چار ماداؤں اور چار مادائیں ایک نر کے ساتھ رہ سکتے ہیں اور اپنی خواہش پوری کرسکتے ہیں، جانوروں کے کلچر میں پردہ نہیں رکھا گیا، مگر جو نر اور مادہ بن کر رہتے ہیں وہ سوائے اپنے جوڑے کے کسی دوسرے سے سیکس پورا نہیں کرسکتے، نہ کسی دوسرے کو اپنے پاس آنے دیتے ہیں، مگر بعض انسان مرد اور عورت اپنے جوڑے سے خیانت کرتے ہیں۔

اللہ نے انسانوں کو پیغمبروں کے ذریعہ سب سے اعلیٰ وعمدہ کلچر عطا فرمایا اور ان میں جوڑا بن کر رہنے کا طریقہ رکھا، ایسی صورت میں انسانی معاشرے کو گندگی اور ناپاکی سے بچانے کے لئے زنا کو حرام اور نکاح کو جائز کردیا تاکہ انسانی عورت اور مرد اپنی نفسانی خواہش اپنے ہی جوڑے سے پوری کریں اور ان سے ہونے والی اولاد کی ذمہ داری دونوں مل کر سنبھالیں، ان کو اپنی اولاد سمجھیں، اس طرح انسانوں میں زنا کا ماحول پیدا نہیں

ہوتا، زنا کے ماحول کو ختم کرنے کے لئے آزاد شہوت رانی کو روکنے کے لئے عورت کے پورے جسم کو ستر کہا گیا اور مرد کی ستر ناف سے گھٹنوں تک مقرر کی گئی، عورت کو اپنے باپ' بھائی' بیٹوں اور ان رشتہ داروں جن سے نکاح کبھی نہیں ہوسکتا ان کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کھلا رکھنے کی اجازت دی گئی، مگر گھر کے اندر سینہ' پیٹ اور جسم کے ابھار کو ڈوپٹوں سے ڈھانکنے اور بال کو چھپائے رکھنے کی تاکید کی گئی، گھر کے باہر نکلنے پر چہرے ڈھانک کر نکلنے کا طریقہ رکھا گیا اور سر پر سے چادر اوڑھنے کا حکم دیا گیا، یہ جہالت نہیں عقلمندی ہے۔

دنیا میں کوئی بھی مرد' عورت کے چہرے کو پہلے دیکھتا ہے اور متاثر ہوتا ہے، چہرہ ہی مرد کو رغبت دلاتا ہے، کوئی بھی مرد چہرے سے ہٹ کر جسم کے دوسرے اعضاء کو دیکھ کر پہلے متاثر نہیں ہوتا، ویسے عورت کے سارے جسم کے اعضاء سے سیکس کی کشش ظاہر ہوتی ہے، اگر املی یا لیمو پر سے چھلکا نکال دیا جائے تو انسان چاہے بخار ہی میں کیوں نہ ہو اس کے منہ میں پانی آجاتا ہے، عورت بھی اگر پردہ سے بے پردہ بن کر باہر نکلے تو مرد سب سے پہلے اس کے چہرے کو دیکھ کر اس کی طرف رغبت اختیار کرتا ہے، اس لئے قرآن مجید نے پہلے مردوں کو بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم فرمایا، اور اگر کوئی چیز مانگنا ہو تو پردہ کے پیچھے سے مانگنے کا حکم دیا۔

عورت اگر بے پردہ سڑکوں پر نکل جائے یا نیم برہنہ پھرتی رہے یا عریاں و چست لباس پہن کر نکلے اور بال کھلے رکھ کر نکلے تو اس کا حقیقی شوہر تو اس کے جسم کے ایک حصے سے مزہ لیتا ہے، مگر گھر سے باہر ہزاروں انسان اس کے بال، چہرے، آواز، سینہ، قد، اس کے اسٹر کچر آف باڈی، اس کی چال ڈھال اور اس کی اداؤں سے مزہ لے کر گناہ میں گرفتار ہوجاتے ہیں اور آنکھوں' کانوں' دل' دماغ اور زبان کے گناہوں میں مبتلا ہوکر ان اعضاء سے زنا کرتے ہیں، اس لئے اسلام میں عورت کے لئے پردہ عین عدل ہی عدل ہے۔

جب ایک انسان اپنے دوست رشتہ دار سے ملنے گھر آئے اور دوست کی بیٹی' بیوی اور بہن جو جوان ہو اس کے سامنے بے پردہ آجائے تو اس آنے والے انسان کی نگاہیں تو

دوست کی طرف رہیں گی، مگر آنے والے انسان کا دل بے پردہ عورت کی طرف رہے گا اور وہ دل ہی دل میں عورت کے حسن، آواز اور جسمانی اعضاء سے لذت لیتا رہے گا۔

اگر کوئی عورت صورت سے ایک آنکھ والی، یا ترچھی آنکھ والی یا بدصورت ہو، یا چیچک کے داغ والی یا بوڑھی سفید بال ہو کر چہرے پر بوڑھاپے کے آثار نظر آئیں تو کوئی مرد بھی اس کی طرف رغبت اختیار نہیں کرتا، اس لئے اسلام نے بوڑھی عورتوں کے لئے چہرے کا پردہ بھی نہیں رکھا، یہ عین عدل ہے، اس لئے کہ بوڑھی عورتوں میں سیکس کی کشش ختم ہو جاتی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں حجاب صرف پورے جسم کو چھپانا ہے، چہرہ کھلا رکھ سکتے ہیں، اگر چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت ہوتی تو پھر سورۂ احزاب میں خواتین سے پردہ کے پیچھے سے کوئی چیز مانگنے کی تاکید کیوں کی جاتی؟ برقعہ پہن کر چہرہ کھلا رکھنا پردہ کرنا نہیں بلکہ بے پردگی ہے، آنکھیں ہی آنکھ سے ٹکرا کر فساد پیدا کرتی ہے، تعلقات کے پیدا ہونے اور شر پیدا ہونے کی پہلی سیڑھی چہرہ ہی ہے، بے پردگی انسان کا نہیں جانوروں کا کلچر ہے۔

دنیا میں کسی مرد کی فطرت یہ نہیں ہوتی کہ کوئی اس کی ماں، بیٹی، بیوی یا بہن کو شہوت اور برائی کی نگاہ سے گھورے اور اس کے جسم کے حصوں سے مزہ لے کر اس کو اپنے دل و دماغ میں بٹھالے، اس لئے اللہ نے انسان کی عین فطرت کے مطابق اپنی حکمت سے پردے کا حکم دیا جو عین عدل ہی عدل ہے۔

مساواتِ انسانی میں عدل کا حکم

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں ان کی قوم کے سرداروں نے ان کی مجالس سے مفلس، غریب اور غلام نوکر لوگوں کو ہٹانے پر ان کی مجلس میں بیٹھنے کی شرط رکھی، کہ ہم ان غلام اور خادموں کے ساتھ نہیں بیٹھیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی مطالبہ کیا جاتا تھا، اللہ کی ہدایات پر انسانی مساوات کو قائم رکھا گیا، اور کسی بھی مفلس اور غلام کو پیغمبر کی مجلس سے علاحدہ نہیں رکھا گیا، دولتمندوں کی پرواہ نہیں کی گئی، سب کے

ساتھ مساوات کی تعلیم دی گئی، یہاں تک کہ حضرت بلالؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت بلالؓ کو اپنے پاس بٹھاتے اور انہیں اپنا خاص آدمی بنایا، یہ عین عدل ہے۔

غیر مسلم اپنی اپنی عبادت گاہیں امیر وغریب، پیشہ ورطبقوں کے لحاظ سے یا اونچ نیچ، ذات پات اور حسب نسب کے لحاظ سے رکھتے اور آپس میں اسی تصور سے میل جول رکھتے ہیں، مفلس غریب انسانوں کو ادنیٰ نیچ ذات کا حقیر سمجھتے ہیں، ان کو اپنے برابر درجہ نہیں دیتے، یہ انسانوں کے ساتھ عدل نہیں ظلم ہے، حالانکہ تمام انسانوں میں ایک ہی خون، ہڈی، چمڑا اور گوشت ہے، سب ایک ہی چاول، گیہوں، ترکاری، پھل، کھاتے ہیں، ایک ہی ہوا اور پانی استعمال کرتے ہیں، ایک ہی طرح ہنستے روتے ہیں، کھاتے پیتے اور سوتے ہیں، ایک ہی طرح پیدا ہوتے اور حاجت سے فارغ ہوتے ہیں، جس ہوا میں سانس لیتے ہیں اس میں خنزیر، کتا، بلی گدھا، غریب انسان سبھی کی سانس چھوڑی ہوئی اور ملی ہوئی ہوتی ہے، ندی کے پانی میں مختلف جانوروں اور انسانوں کا پیشاب وغیرہ بھی شامل رہتا ہے، حکومت اس کو صاف کر کے پینے کے قابل بنانے کا انتظام کرتی ہے، امیر آدمی کوئی علاحدہ ہوا اور پانی استعمال نہیں کرتا، پھر اونچ نیچ کا فرق کیسے، اسلام نے مساوات انسانی کے ذریعہ قانون عدل دیا اور انسانوں میں اونچ نیچ اور ذات پات کو ختم کیا۔

اللہ کی حکمت پر انصاف کا فیصلہ

حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں ان کے دربار میں ایک مقدمہ آیا کہ ایک شخص کی بکریاں دوسرے شخص کے کھیت میں چر کر پورے کھیت کی پیداوار کھا گئیں، اس پر حضرت داؤدؑ نے یہ فیصلہ دیا کہ جس کے کھیت کا نقصان ہوا ہے اس کو پوری بکریاں دے دی جائیں، اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام جو ابھی جوانی کو پہنچے تھے، اللہ نے ان کو حکمت سے نوازا تھا، والد سے اجازت لی کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس مقدمہ کو آسان فیصلہ سے حل کر دیتا ہوں، حضرت داؤدؑ نے اجازت دیدی، تو حضرت سلیمانؑ نے فیصلہ کیا کہ جس کی بکریوں نے کھیت خراب کیا ہے اس کو اپنی بکریاں ایک سال یعنی

نئی فصل آنے تک حوالے کردی جائیں، اور کھیت والا نئی فصل آنے تک ان کا پورا دودھ اور بچے خود استعمال کرلے اور بکریوں کا مالک ایک سال میں نئی فصل اُگا کر کھیت والے کو کھیت واپس کردے اور اپنی بکریاں واپس لے لے، یہ فیصلہ حضرت داؤدؑ نے بہت پسند کیا اور یہ عین عدل پر فیصلہ کیا گیا۔

حسب نسب، عہدہ وکرسی کی بنیاد پر عدل کرنا ظلم ہے

زمانۂ جاہلیت میں یہود اور اہل عرب نے اپنا یہ دستور بنالیا تھا کہ جرم اور کتاب کے احکام کے خلاف مجرم کو سزا دینے میں خاندان، حسب نسب اور دولت یا اپنے اور غیر کا تصور رکھ کر سزا میں فرق پیدا کردیا تھا، اس پر قرآن نے حکم دیا کہ ایمان والے پر تمام مقتولین اور جرم کرنے والوں کے معاملہ میں برابری اور مساوات فرض ہے، چنانچہ شریعت کے حکم کے مطابق کسی جرم کی سزا میں کسی مجرم کو حدودِ شرعی سے زیادہ سزا دینا یا مقررہ سزا کے سوا کوئی دوسری سزا دینا سراسر حرام اور عدل کے خلاف ہے، جو قاتل ہے اسے ہی قتل کیا جائے، اس کے بدلے میں اس کی قوم کے لوگوں کو مارنا یا اس کے مال اور جائیداد کو تباہ کرنا یہ سراسر حرام فعل قرار دیا گیا اور عدل کے خلاف کہا گیا۔

اگر کسی ملک میں شرعی قانون نافذ نہ ہو اور وہ حکومت مجرم پر سزا کا نفاذ نہ کرے تب بھی کوئی مسلمان بدلہ لینے کے لئے قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا، صبر کرنا ہوگا اور اللہ کے پاس بدلہ ملنے کا عقیدہ رکھنا ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بنو مخزوم کی ایک مالدار عورت جس کا نام فاطمہ تھا نے چوری کی، اس کے قبیلے والوں کو ڈر ہوا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، انہوں نے حضرت اسامہ بن زیدؓ سے معافی کی سفارش کروائی، ان کی سفارش پر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہوگیا، آپؐ نے فرمایا: کیا تم اللہ کے حدود میں سے ایک حد کے لئے مجھ سے سفارش کررہے ہو؟ پھر آپؐ نے لوگوں کو جمع کیا اور تقریر فرمائی، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر میری بیٹی فاطمہ چوری کرتی تو یقیناً میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا، چنانچہ عدل کے تحت اللہ کے قانون کی

پابندی کرتے ہوئے اس عورت کا ہاتھ کاٹا گیا، اس کے بعد وہ تائب ہو کر ایک صالح خاتون بن گئی۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عمرؓ نے گورنر کے بیٹے کے ظلم پر عدل کے تحت گورنر کی پرواہ نہ کی

خلیفۂ ثانی امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے دور میں مصر میں حضرت عمرو ابن العاصؓ گورنر تھے، ایک مرتبہ گھوڑے دوڑ رہے تھے، اس میں ایک مصری کا گھوڑا حضرت عمرو ابن العاصؓ کے بیٹے محمد سے آگے دوڑ رہا تھا، مصری نے چیخ کر کہا: ربِ کعبہ کی قسم! میرا گھوڑا آگے ہے، اس پر گورنر کے بیٹے اپنے گھوڑے کو پیچھے دیکھ کر مصری شخص کو کوڑے سے مارنے لگے اور کہا یہ لو۔

مصری نے حضرت عمرؓ کے پاس آ کر اس کی شکایت کی، حضرت عمرؓ نے ایک خط لکھ کر حضرت عمرو ابن العاصؓ اور ان کے بیٹے کو فوراً مدینہ طلب کیا، والد نے خط دیکھ کر بیٹے سے پوچھا: کیا تم نے کوئی جرم کیا ہے؟ بیٹے نے انکار کیا، تو والد نے کہا: پھر کیا وجہ ہے کہ عمرؓ نے تمہارے بارے میں ایسا لکھا ہے، پھر دونوں باپ بیٹے مل کر مدینہ آئے، اس وقت حضرت عمرؓ منیٰ میں تھے، حضرت عمرؓ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر ان کے لڑکے کو دیکھا، وہ باپ کے پیچھے کھڑا تھا، حضرت عمرؓ نے مصری سے کہا: یہ کوڑا لو اور شریف زادے کو مارو، مصری نے شریف زادے کو مارا، راوی کہتے ہیں کہ مصری نے اپنا بدلہ لے لیا، یہاں تک کہ زخمی کر دیا، پھر حضرت عمرؓ سے کہا: عمرو ابن العاص کے سر پر بھی مارو، کیونکہ خدا کی قسم! ان کے لڑکے نے انہیں کی بڑائی کے بل پر تم کو مارا تھا، مصری نے کہا: اے امیر المؤمنین! جس نے مجھ کو مارا تھا اس سے میں نے بدلہ لے لیا، حضرت عمرؓ نے کہا: خدا کی قسم! اگر تم باپ کو مارتے تو میں تمہارے اور ان کے بیچ میں حائل نہ ہوتا، پھر حضرت عمرو ابن العاصؓ سے کہا: اے عمرو! تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنا لیا، حالانکہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد پیدا کیا تھا؟ اس کے بعد مصری کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اطمینان کے ساتھ واپس جاؤ، اگر تمہارے خلاف پھر کوئی بات پیش آئے تو مجھے لکھو۔

یہ واقعہ بلاشبہ خدائی انصاف اور مساواتِ انسانی کی زبردست مثال ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اسی انداز سے اللہ کی صفت عدل کی نقل کرتے تھے۔

اپنے اور غیر کے تصور کے باوجود عدل

حضرت عمرؓ نے ایک یہودی کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا، اور وجہ دریافت کی، اس نے کہا کہ بوڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے کام نہیں کرسکتا' اس لئے بھیک مانگ رہا ہوں، اس کو اپنے ساتھ لائے اور بیت المال سے مدد کی پھر فرمایا کہ یہ انصاف کی بات نہیں کہ جوانی میں ہم ان کی کمائی سے جزیہ وصول کئے اور بڑھاپے میں ان کو بھیک مانگنے کے لئے چھوڑ دیں، مساواتِ انسانی اور عدل کے مقابلے اپنے اور غیر کا کوئی تصور نہیں۔

غیروں کی عبادت گاہوں کے ساتھ عدل

☆ حضرت عمرؓ امیر المؤمنین کی حیثیت سے بیت المقدس تشریف لے گئے، عدل کی خاطر کچھ فاصلہ خود پیدل چلتے اور کچھ فاصلہ غلام پیدل چلتا، اور کچھ فاصلہ خالی اونٹ پر وزن ڈالے بغیر چلتے تاکہ اونٹ کو بھی آرام ملے، کلیسا کے متولی کی اجازت بلکہ خواہش پر اس کلیسا میں ان کی رضامندی سے نماز ادا کی، پھر اس کلیسا کے لئے ایک خصوصی دستاویز پر لکھا کہ کہیں مسلمان ان کے نماز ادا کرنے پر جبراً اس کو مسجد بنانے کی کوشش نہ کریں، یہ تھا اللہ کے عدل کی نقل کا طریقہ۔

غلطی پر عدل کا احساس

☆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایک روز ایک صحابی کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، ان کا رنگ کالا تھا، حضرت ابوذرؓ کچھ ضرورت سے ان کو پکارا ''اے کالے رنگ والے''، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر سخت ناپسند کیا اور ان سے فرمایا: انسان' انسان کے درمیان امتیاز نہ کرو، پھر فرمایا: کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت نہیں، حضرت ابوذرؓ کو اس تنبیہ کے بعد اپنی غلطی کا احساس ہوا، وہ شدتِ خوف سے زمین پر لیٹ گئے اور اس شخص سے کہا: تم کھڑے ہوکر میرے چہرے کو اپنی پیروں سے مسل دو۔

امیر المؤمنین ہونے کے باوجود منصف کا احترام

ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کا حضرت ابی بن کعبؓ سے کچھ نزاع ہوا، حضرت زید بن ثابتؓ کے یہاں مقدمہ پیش ہوا، حضرت عمرؓ کے امیر المؤمنین ہونے کی وجہ سے ان کی تعظیم میں حضرت زید بن ثابتؓ اپنی جگہ خالی کر کے ان کو اپنی جگہ بٹھانا چاہا، حضرت عمرؓ نے فوراً کہا: پہلی ناانصافی اس مقدمہ میں کی، یہ کہہ کر اپنے فریق کے برابر بیٹھ گئے، حضرت زید بن ثابتؓ کو جج کی حیثیت سے ہی ان کی جگہ پر بٹھا دیا۔

حاکمِ وقت ہونے کے باوجود عدل کے تحت فیصلہ قبول کرنا

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زرہ گم ہوگئی تھی، ایک نصرانی کے پاس نظر آئی، انہوں نے نصرانی سے کہا کہ یہ زرہ میری ہے، نصرانی نے دینے سے انکار کردیا، حضرت علیؓ باوجود امیر المؤمنین ہونے کے اس کو قاضی شریح بن الحارث کے پاس لے گئے، قاضی نے امیر المؤمنین کو دیکھ کر اپنے مقام سے اٹھ کر حضرت علیؓ کو بٹھانا چاہا، اور قاضی شریح خود ان کے سامنے نصرانی کے پہلو میں بیٹھنا چاہا، حضرت علیؓ نے فرمایا: میں مقدمہ کا فیصلہ کروانے آیا ہوں، اپنی جگہ پر بیٹھو، میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کرو، یہ میری زرہ ہے، کچھ دن پہلے گم ہوگئی تھی، قاضی نے گواہ طلب کیے، حضرت علیؓ نے گواہ میں اپنے بیٹے حسن اور اپنے غلام کا نام لیا، قاضی نے بیٹے کو بحیثیت گواہ قبول کرنے سے انکار کردیا، تب حضرت علیؓ نے کہا کہ آپ حسنؓ کی شہادت کو رد کررہے ہیں، جبکہ حضور ﷺ نے فرمایا: حسن اور حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں، اس پر قاضی نے کہا کہ آپ نے خود کہا ہے کہ بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں معتبر نہیں ہے، اس پر حضرت علیؓ نے قاضی شریح کا فیصلہ قبول کرلیا۔

اس فیصلے کا نصرانی پر بہت اثر ہوا، اور کہا کہ آپ امیر المؤمنین ہوتے ہوئے خود قاضی کے پاس آئے اور قاضی کے فیصلے کو مان لیا، بیشک یہ آپ ہی کی زِرہ ہے، آپ کے اونٹ سے گرگئی تھی تو میں نے اٹھالیا، پھر اس نصرانی نے مسلمانوں کے انصاف سے متاثر ہوکر ایمان قبول کرلیا، حضرت علیؓ نے اس کے اسلام قبول کرنے پر زرہ اس کو تحفے میں

دیدی، اوراس کے ساتھ سات سو درہم اور ایک گھوڑا بھی دیا، اس کے بعد وہ شخص حضرت علیؓ سے قریب رہا اور جنگ صفین میں لڑتے ہوئے شہید ہوگیا۔(حیاۃ الصحابہؓ)

مسلمانوں کے دورِ حکومت میں اللہ کی صفت عدل کے تحت عدالت میں عام انسانوں کی طرح حکمران کو بھی کھڑا کر کے ان پر جرح کی جاتی تھی، اسلامی قانون میں ہر آدمی یکساں طور پر قانون کی نظر میں جواب دہ ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اللہ کی صفت عدل کی نقل کی

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہونے لگے، تو آپؒ نے عمومی حکم جاری کیا کہ جو شخص اسلام قبول کرے اس کے اوپر سے جزیہ کی کی رقم فوراً ساقط کردی جائے، اس کی وجہ سے بیت المال کی آمدنی کم ہوگئی، اس حالت پر مقامی گورنر نے حضرت عمرؒ کو لکھا کہ جزیہ کی رقم ساقط کرنے کی وجہ سے بیت المال خالی ہوجائے گا، حضرت عمرؒ نے کہا کہ تمہارا بُرا ہو، اللہ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا تھا، ٹیکس وصول کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا تھا۔

انہوں نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالتے ہی بنوامیہ کے زمانے میں جتنا بھی مال اور زمینات ناحق، ناجائز اور ظلم کے ساتھ مسلمانوں سے لی گئیں تھیں ان کے کاغذات دیکھ کر وہ سب مالکِ جائیداد کو واپس کردئے، یہاں تک کہ اپنی بیوی کے سونا چاندی کے زیورات تک یہ کہہ کر بیت المال میں جمع کروادیا کہ اگر میرے ساتھ رہنے راضی ہو تو ان زیورات کو بیت المال میں واپس کردو، انہوں نے شوہر کے کہنے پر زیورات بیت المال میں جمع کردئے۔

☆ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے گورنروں کو ہدایت فرمائی تھی کہ کسی کے کلیسا اور آتش کدہ کو منہدم نہ کیا جائے۔

☆ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب دمشق کی جامع مسجد تعمیر فرمائی تو اس کے بازو ایک چھوٹا سا چرچ تھا، آپ نے عیسائیوں کو قیمت دے کر منہ مانگے دام کی پیشکش کی تھی تاکہ مسجد کا صحن وسیع ہوجائے، مگر عیسائیوں نے نہیں مانا، تو وہ خاموش ہوگئے، مگر عبدالملک

نے اپنے زمانے میں پھر عیسائیوں کو چرچ فروخت کردینے کو کہا، نہ ماننے پر زبردستی کدال لگا کر اُسے مسجد میں شامل کردیا۔

☆ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت آئی تو ان کے انصاف کو دیکھ کر عیسائی نے ان کے پاس فریاد کی کہ ان کے چرچ کو جبراً گرا کر مسجد میں ملا دیا گیا، عمر بن عبدالعزیزؒ نے گورنر کو خط لکھا کہ چرچ کا وہ حصہ جو مسجد میں شامل کیا گیا ہے عیسائیوں کو واپس کردیا جائے، اس پر مسلمانوں نے عیسائیوں سے منت سماجت کر کے ان کو راضی کیا اور وہ راضی ہو کر اس حصہ سے دست بردار ہو گئے، اس طرح مسجد منہدم ہونے سے بچ گئی۔

مسلمان ہوتے ہوئے غیروں کی تائید میں انصاف کی بات کرنا

ہندوستان میں انگریزوں کے زمانے میں کاندھلہ' مظفر نگر کے علاقے میں ایک زمین پر ہندو اور مسلمانوں نے اپنی اپنی ملکیت کا دعویٰ کیا، ہندو چاہتے تھے کہ اس پر مندر بنائی جائے، مسلمان اس پر مسجد تعمیر کرنا چاہتے تھے، انگریز جج نے دونوں سے کسی اعتماد والے انسان کو گواہی میں پیش کرنے کو کہا، اس پر ہندوؤں نے حضرت مفتی الٰہی بخشؒ کا نام لیا اور کہا کہ وہ اگر کہہ دیں تو ہم راضی ہو جائیں گے، وہ بزرگ سر پر کپڑا اوڑھ کر آئے اور انگریز جج کی صورت دیکھے بغیر عدالت میں گواہی دی کہ یہ زمین ہندوؤں کی ہے، اس پر ہندو متاثر ہوئے اور ان میں سے اکثر نے ایمان قبول کرلیا، وہ بزرگ اللہ کے حکم کو جانتے تھے کہ نزاع کی صورت میں چاہے اپنے ہی کیوں نہ ہوں انصاف کی بات کہنا حق بات ہی کہنا ہوگا، یہی ایمان کا تقاضا ہے، بعض مسلمانوں نے کہا ہمیں غیروں کے مقابلہ میں رسوا کیا، غیر مسلموں نے محسوس کیا کہ ایک نازک مسئلہ میں حضرت نے مسلمان ہوتے ہوئے حق اور سچائی کا ساتھ دیا اور ان سے متاثر ہو کر بعض لوگوں نے اسلام قبول کیا، مسلمان اپنا مقدمہ ہار گئے، اسلام اپنا مقدمہ جیت گیا۔

اللہ کے عدل میں کسی کے لئے رعایت نہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جعدہ بن ہبیرہؓ نے کہا امیر المومنین جب دو آدمی آپ

کے پاس اپنا مقدمہ لاتے ہیں، ایک آپ سے اپنی جان سے زیادہ محبت کرتا ہے' دوسرا آپ کا مخالف اور دشمن ہوتا ہے، اگر وہ آپ کو ذبح کر سکے تو ذبح کر ڈالے، آپ مخالف دشمن انسان کے حق میں فیصلہ دیتے ہیں، تو حضرت علیؓ نے جعدہ کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: یہ فیصلہ اگر کوئی میری چیز ہوتی تو میں ایسا کرتا، مگر وہ صرف اللہ کی چیز ہے۔ (کنز العمال)

سورۂ مائدہ میں بنی اسرائیل کے تذکرہ کے تحت ارشاد ہے: ''ان میں سے جو لوگ اللہ کے اُتارے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں، وہ ظالم ہیں اور وہ فاسق ہیں۔'' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھنے والوں نے یہ سن کر کہا کہ سورۂ مائدہ کی یہ تینوں آیتیں بنی اسرائیل کے حق میں اتری ہیں، وہ ہمارے لئے نہیں ہیں، یعنی یہودیوں میں سے جو شخص خدا کے اتارے ہوئے حکم سے انحراف کرے وہ کافر اور ظالم اور فاسق ہے، نہ کہ ہم، حضرت حذیفہؓ نے فرمایا: بنی اسرائیل کے لئے سب کڑوا کڑوا اور تمہارے لئے سب میٹھا میٹھا، ہرگز نہیں! خدا کی قسم! تم انہیں کے طریقے پر قدم بقدم چلو گے۔

یہ تمام باتیں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ کے نظامِ عدل کو سمجھے اور اپنی زندگی میں عدل اختیار کرے، اور جنت کے اعلیٰ مقامات و درجات حاصل کر لے، جو لوگ جان بوجھ کر ظلم و ناانصافی والی زندگی کو اختیار کریں گے وہ جہنم میں آگ کی سزا پائیں گے۔

اَلْمُقْسِطُ: مکمل انصاف کرنے والا

دنیا میں انسان کھلے طور پر اللہ تعالیٰ کے عدل کو سمجھ نہیں سکتا، مگر آخرت میں صفت المقسط کے ذریعہ انسانوں کے تمام چھوٹے بڑے' اچھے اور برے اعمال کا مکمل بدلہ اپنی آنکھوں سے وہاں دیکھے گا، ویسے اللہ تعالیٰ اپنی صفت المقسط کا ہلکا سا اظہار ہلکی شکل میں دنیا میں بھی ظالم اور سرکشوں کو زلزلے' طوفان' سونامی' قحط' شکست و ناکامی' وبا و بیماریاں' ناانصافیوں اور ظالم انسانوں کو مسلط کر کے ذلت کے ساتھ عذابات دیتا رہتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ مظلوم چاہے غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو اس کی پکار پر اللہ تعالیٰ ظلم و

ناانصافی کرنے والوں کو دنیا میں ذلیل کرتا ہے، ان پر عذاب نازل کرتا ہے، اس کی بد دعاء خالی نہیں جاتی۔

غیر ایمان والے صحیح اور مکمل عدل نہیں کر سکتے

غیر ایمان والے چونکہ اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت سے واقف نہیں ہوتے اس لئے وہ تعصب، نفس کی خواہش، غصہ، طاقت، اثر ورسوخ کے تحت عدل کرتے ہیں، اپنے اور غیر کا تصور رکھ کر عدل کرتے ہیں۔

بیہقی کی روایت میں ہے کہ العدل اور المقسط وہ ذات ہے جس کا قول، فعل اور فیصلہ حق وانصاف ہے، یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں اور تھوڑے سے فرق کے ساتھ مکمل عدل وانصاف کی تعلیم دیتے ہیں، ایسا انصاف جس میں کسی قسم کا ظلم وناانصافی، غلطی، کمی، بھول، غصہ، اثر ورسوخ اور تعصب نہیں ہوتا، جو حق اور سچائی کے مطابق ہوگا، اور انسان مجرم ہوتے ہوئے اپنی فطرت کے تحت سچا مانے گا، اور اللہ کے فیصلے سے راضی رہے گا اور اپنے آپ کو مجرم سمجھے گا، اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں جو اس طرح کا مکمل اور صحیح انصاف کرے۔

انسان کو مکمل عدل قیامت کے دن نظر آئے گا

جب اللہ تعالیٰ کائنات کی تمام مخلوقات کی تخلیق، ان کی زندگی کا ضابطہ اور قانون عدل پر قائم کیا ہے اور عدل ہی پر چلا رہا ہے تو وہ انسانوں کی زندگی کے دنیا وآخرت کے تمام حالات بھی عدل وانصاف کے ضابطے اور قانون پر ہی چلائے گا، اس لئے کہ اس جیسا عدل وقانون بنانے کی صلاحیت کسی میں بھی نہیں ہے۔

اس نے انسانوں کے لئے اعتدال، توازن اور عدل پر ہی ان کی زندگی کا ضابطہ وقانون بنایا ہے، وہ اپنی صفت المقسط کا زیادہ تر تعلق آخرت میں ظاہر کرے گا، امام غزالیؒ نے فرمایا کہ انسان اللہ کے عدل وانصاف کی مکمل شکل صفت المقسط کے ذریعہ قیامت کے دن دیکھے گا۔

انسانوں کے نزدیک عدل کے بہت ہی محدود معنیٰ ہیں

عام طور پر لڑائی جھگڑوں یا اختلافات کا فیصلہ کرنا یا کسی چیز کو برابر برابر تقسیم کرنا یا کسی مجرم کو مختصر وقت کے لئے سزا دینا یا جرمانہ ڈالنا، یہ تصور انسانوں کی حکومتوں یا عدالتوں یا دفاتر یا پارلیمنٹ یا معاشرتی جھگڑوں ہی کی حد تک ہے، جو صحیح نہیں ہے اور نامکمل ہے، پھر انسان کی عدالتیں نامکمل یا ناانصافی یا غلط فیصلے بھی کرتی ہیں، اس سے مظلوم کو کوئی فائدہ بھی نہیں ہوتا اور نہ بدلہ ملتا ہے، صحیح اور مکمل عدل تو وہ ہوگا جس میں ظالم کو ظلم کے برابر سزا ملے اور مظلوم کو مکمل بدلہ اور فائدہ ہو۔

مثلاً اگر کوئی قتل کرتا ہے تو انسانی عدالت زیادہ سے زیادہ اس کو عمر قید کے نام پر ۱۴ سال کی جیل کر دیتی ہے یا قتل کر دیتی ہے، مگر مقتول کے اہل وعیال کو کوئی فائدہ اور مدد نہیں کرتی، مقتول کے اہل وعیال لاچار مجبور زندگی گذارتے ہیں، یہ انصاف نہیں۔

ایک عورت کی عصمت لوٹی جائے تو مجرم کو کچھ سزا دیدی جاتی ہے، لیکن عورت کی عزت واپس نہیں دلائی جاسکتی، اس طرح انصاف مکمل نہیں ہوتا، پھر دنیا کی انسانی عدالتوں میں کئی چھوٹی بڑی عدالتیں ہوتی ہیں جہاں مجرم جرم کرنے کے باوجود غلط طریقوں سے فائدہ بھی اٹھا کر چھوٹ جاتے ہیں، گواہوں کو خرید لیتے ہیں یا قتل کر دیتے ہیں یا جان سے مار دینے کی دھمکی دیتے ہیں یا وکیل لوگ بے ایمانی کر کے مخالف گروپ سے پیسہ کھا کر مقدمہ فیل کر دیتے ہیں، پولیس اور عدالت میں رشوت سے کاغذات بدل دیتے ہیں اور ثبوت مٹا دیتے ہیں۔

آخرت کی عدالت دنیا کی عدالتوں کی طرح نہیں

آخرت میں دنیا کی عدالتوں اور حکومتوں کی طرح بڑی چھوٹی عدالتیں اور حکومتیں نہیں ہوں گی، وہاں صرف اور صرف اکیلے اللہ تعالیٰ ہی عدل وانصاف کرے گا، جس کا اقرار ایمان والے سورۂ فاتحہ میں مالک یوم الدین کے ذریعہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی میں دم مارنے کی ہمت ہی نہیں رہے گی، آخرت کی عدالت ایسی زبردست

ہوگی کہ وہاں کسی کی وکالت، جھوٹی گواہی یا ظالموں کے لئے سفارش، حسب ونسب، دولت، رشوت، اثر ورسوخ اور اُلٹ پھیر کچھ بھی نہیں چلے گا۔

دنیا میں اگر کوئی گناہ کرتا ہے تو وہ پولیس اور حکومت کو معلوم ہی نہیں ہوتا، یا پھر گناہ کرنے والا دوسری جگہ بھاگ جاتا ہے یا نام بدل کر حلیہ تبدیل کر لیتا ہے یا کسی دوسرے پر الزام لگا دیتا ہے یا ثبوت نہ ہونے پر بچ جاتا ہے، یا اثر ورسوخ استعمال کر کے پولیس اور حکومت کی تائید سے پکڑ سے بچ جاتا ہے، یا مکمل جرم کے مطابق سزا نہیں پاتا، یا معمولی سزا پا کر پھر دوبارہ ظلم کرتا ہے، اور گناہوں پر نڈر رہتا ہے۔

مگر آخرت کا عدل وانصاف ایسا نہیں ہے، وہاں کوئی نہیں بچ سکتا، ظالم کو مکمل سزا اور مظلوم کو مکمل انصاف اور بدلہ ملے گا، انسانی حکومتیں اور عدالتیں جو قانون، اصول و ضابطے بناتی ہے اور ان کے مطابق جو فیصلے کرتی ہے وہ یا تو نامکمل ہوتے ہیں یا یکطرفہ، یا تعصب اور ظلم پر مبنی ہوتے ہیں، اپنے اور غیر کے احساس سے ہوتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے اور غیر کا کوئی فرق نہیں ہوگا۔

ان تمام حالات کے علاوہ دنیا کی حکومتیں اور دنیا کی عدالتیں انسانوں کو ان کی نافرمانیوں اور بغاوت پر مکمل بدلہ اور سزا نہیں دے سکتیں اور نہ ان کی اطاعت وفرمانبرداری پر مکمل انعام واعزاز دے سکتی ہیں۔

☆ اگر ایک انسان دنیا میں شرک اور کفر کو پھیلائے تو اس کی اس گمراہی سے اس کی نسل در نسل یہ گناہ چلتے رہیں گے اور ہزاروں لوگ اس گناہ کے مرتکب ہوکر تقلیدی طور پر گنہگار بنیں گے، یا وہ خود پرچار کر کے لوگوں میں شرک اور کفر پھیلائے تو جتنے لوگ یہ جرم کریں گے اس کا بدلہ انسانی عدالت نہیں کر سکتی اور نہ اس کے پھیلائے ہوئے شرک اور کفر کے گناہ کا حساب کر سکتی ہے۔

☆ اگر ایک انسان سنتوں کی جگہ بدعات کو پھیلائے اور ہزاروں انسان برسہا برس ان کو دین سمجھ کر بدعات میں گرفتار رہیں تو اس کا بدلہ اور سزا دنیا میں نہیں دی جا سکتی، ہزاروں

انسانوں کو گمراہ کرنے کا بدلہ نہیں دے سکتی۔

☆ اگر کوئی عورت جسم فروشی کو پھیلائے یا کئی مردوں کو دعوت دے کر زنا کو عام کرے، یا بے پردگی و بے حیائی اور نیم عریانیت کو پھیلائے تو جتنے لوگ اس کے عادی بنیں گے اور جب تک دنیا میں جن جن لوگوں میں زنا اور بے پردگی کا شوق پھیلے گا، اس کا بھی بدلہ اور سزا دنیا میں نہیں دی جاسکتی۔

☆ ہابیل اور قابیل یہ دونوں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد تھے، قابیل نے ہابیل کو قتل کیا، حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت تک جتنے ناحق قتل ہوں گے اس کا گناہ قابیل کے نامۂ اعمال میں بھی آتا رہے گا، اس لئے کہ قابیل نے ناحق قتل کی بنیاد ڈالی اور اس کا طریقہ ایجاد کیا، اس لحاظ سے جو لوگ بھی شرک، کفر، بدعات، قتل، زنا، شراب، جوا، بے پردگی، نیم عریانیت، بدزبانی، گالی گلوج، دھوکہ بازی، جھوٹ، ناچ، گانے بجانے کے کام کریں گے تو ان کاموں اور اعمال کو جتنے لوگ سیکھیں گے اور پھیلائیں گے ان سب کا گناہ ان سارے لوگوں کے اعمال میں بھی آئے گا جنہوں نے اس پر عمل کر کے پھیلانے میں مددگار رہے، جن کے پھیلانے سے ہزاروں لوگ گناہ کے عادی بن کر یہ اعمالِ رذیلہ اور اعمالِ بد کا شکار ہوئے ہیں، اتنے تمام لوگوں کی دنیا کی زندگی کی بربادی اور ہلاکت کی سزا اور عذاب دنیا میں ہر سکھانے والے اور پھیلانے والے کو کوئی عدالت یا کوئی حکومت نہیں دے سکتی، اس کا صحیح اور مکمل بدلہ اور سزا تو صرف آخرت کے دن اللہ تعالیٰ **اَلْمُقْسِطُ** ہونے کے ناتے دے گا۔

☆ اسی طرح اگر کسی نے دنیا میں ایمان کی دعوت دی، نیک اعمال کئے اور اس کے طریقے سکھائے اور رائج کئے، لوگوں کو اچھائی کا حکم کیا، برائی سے روکا، دین کی محنت میں قرآن کی تعلیم کو عام کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کی دعوت دی اور اس کو عام کرنے کی کوشش کی تو اس دعوتِ دین کی محنت سے جتنے لوگ بھی متاثر ہو کر اس پر عمل پیرا ہوں گے اور اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کریں گے اور جب تک انسان میں ان کی محنتوں کے اثرات اعمالِ صالحہ کی

شکل میں چلتے رہیں گے اور جتنے لوگ اسی پر عمل کرتے رہیں تو ان کے ان اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ اور ایمان کو پھیلانے کے کام میں جو جو لوگ مددگار اور پھیلانے کے ذمہ دار بنیں گے ان کو بھی ان تمام لوگوں کی نیکیوں کا ثواب ملتا رہے گا، دنیا کی کوئی حکومت، کوئی عدالت انسانوں کے نیک اعمال پر مکمل اور بھرپور اجر و انعام اور بدلہ و اعزاز نہیں دے سکتی۔

☆ اسی لئے اللہ تعالیٰ دنیا سے انسان کے مرتے ہی اس کے لئے جنت اور دوزخ کا فیصلہ نہیں رکھا، اس کو قیامت تک کے لئے روک رکھا ہے، اس لئے کہ انسان دنیا میں جو بھی نیکی اور بدی کے پودے لگا کر جائے گا اس کی وہ محنت اور اثرات انسانوں کے دنیا میں رہنے تک چلتے رہیں گے، جب قیامت قائم ہوگی تو انسان کے لئے عمل کا میدان ختم ہو جائے گا، تب ان کے نیک اور بد اعمال کا سلسلہ بھی ختم ہو جائے گا، چونکہ اللہ **العدل** اور **المقسط** ہے، اس نے قرآن مجید میں یہ بات پہلے ہی بتلا دی کہ **فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَهُ o وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَرَهُ o** کہ جس نے رتی برابر نیکی کی ہوگی اس کو وہ دیکھ لے گا اور جس نے رتی برابر برائی کی ہوگی تو وہ اس کو دیکھ لے گا (اس کو اس کا بدلہ ملے گا)، اللہ تعالیٰ انسان کے مرتے ہی نامکمل انصاف کرنا نہیں چاہتا اور مرتے ہی اگر فیصلہ کر دیتا تو انسان اس کے اس فیصلہ پر راضی نہ ہوتا، نامکمل فیصلہ سمجھ کر بھرپور اجر و ثواب سے محروم رہنے کا تصور کرتا، ظالم کو ظلم پر پورا پورا بدلہ اور سزا بھی نہیں ملتی، اللہ **المقسط** ہے، اس لئے وہ بھرپور بدلہ، اجر، انعام اور سزا و عذاب دینے کے لئے قیامت کا دن مقرر کر رکھا ہے، قیامت کے دن فیصلہ کرنے میں یہی سب سے بڑی حکمت سمجھ میں آتی ہے، اگر اللہ مرتے ہی فیصلہ کر دیتا تو وہ فیصلہ اور انصاف نامکمل اور صحیح نہ ہوتا، پھر قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرنے کا مقصد ہی ختم ہو جاتا، اس کے کوئی معنیٰ ہی نہ ہوتے، اگر دوبارہ زندہ کیا جائے اور جانچ کی جائے، زندگی کا حساب صرف مرنے تک کے اعمال کا کیا جائے تو عدل و انصاف نامکمل رہتا اور صحیح عدل نہیں ہوتا، نعوذ باللہ اللہ کی عدالت بھی انسانی عدالت کی طرح نا انصاف اور نامکمل ہو جائے گی، جس طرح پورے

انسانوں کی گمراہی اور تباہی تو دور کی بات ہے انسانی عدالت ایک قاتل کے دس قتل کرنے پر صرف موت کی سزا دے کر ایک کا بدلہ لیتی ہے، ایک زانی کو دس عورتوں کی عصمت لوٹنے کے بعد صرف کچھ دن جیل بھیج دیتی ہے تو یہ نامکمل اور ناقص فیصلہ اور ناانصافی ہے، اللہ تعالیٰ دس انسانوں کے قتل پر بار بار زندہ کر کے دس انسانوں کی سزا اور بدلہ دے گا اور مظلوم کو عزت کے مقام ومرتبہ سے نوازے گا، زانی کو پوری دس عورتوں کی عصمت لوٹنے کی سزا ملے گی اور ان عورتوں کو پاکدامن بنادیا جائے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے اب تک جتنے لوگ دنیا سے گئے ہیں ان کے فیصلوں کو قیامت تک روک رکھا ہے، تاکہ اس کا انصاف اور عدل کامل ومکمل ہو اور ہر ایک کو اس کی اچھائی اور برائی کا کامل اور مکمل بدلہ، انعام واجر اور سزا ملے۔

اس نے صحابہ کرامؓ، بزرگانِ دین اور تمام نیک لوگوں کا ذاتی میدانِ عمل تو ختم کر دیا مگر چونکہ ان کی محنتوں کے اثرات دنیا میں جاری ہیں، اس لئے نامۂ اعمال کو کھلا رکھ کر وہ تمام نیکیوں کی محنت کے پودے جو قیامت تک چلیں گے ان کا پھل وہ صحابہ کرامؓ اور بزرگوں کو بھی دے گا۔

اسی طرح اس نے ابوجہل، ابولہب، عتبہ، فرعون، ہامان، نمرود اور قارون کے فیصلوں کو بھی قیامت تک روک رکھا ہے تاکہ وہ اپنی اپنی بری کمائی کا مکمل بدلہ، سزا اور عذاب پاسکیں، ان کی محنتوں سے جو توحید کی مخالفت ہوئی اور انسانوں میں جو شرک اور کفر پھیلا اس کے ذمہ دار یہ لوگ بھی رہیں گے۔

☆ اس نے اپنی صفت **العدل** اور **المقسط** سے یہ تعلیم دی ہے کہ جب وہ دنیا کا سارا نظام عدل وانصاف پر قائم کیا تو پھر آخرت کے نظام میں کیسے ظلم کو برداشت کرے گا، وہ آخرت کے نظام میں بھی خالص عدل ہی کو اختیار کرے گا، اس کی بادشاہت اس کی حاکمیت اس کا ہر حکم اور قانون عدل وانصاف پر مبنی اور ظلم سے پاک ہے۔

اس کی کوئی صفت ظلم وناانصافی والی نہیں ہے، انسان کو جو کچھ سزا اور عذاب ملے

گا وہ اس کی ذاتی محنت اور کسب ہوگا، اگر اس نے شرک وکفر کیا ہے تو عقل وفہم اور ضمیر رکھتے ہوئے، اچھے برے کی تمیز رکھتے ہوئے نیکی کا اختیار اور برائی سے بچنے کی طاقت رکھتے ہوئے کیا ہے، چنانچہ زنا وہ اپنی نفسانی خواہش کی اطاعت میں کرتا ہے، چوری اپنی مرضی سے کرتا ہے، حلال مال میں کمی دیکھ کر حرام مال پر منہ مارتا ہے، پیسہ کی خاطر جسم فروشی کی جاتی ہے، اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون عدل کے خلاف ان کو ظلم سمجھ کر اپنی مرضی سے انسانی قانون سے اپنی حکومتیں، عدالتیں اور پارلیمنٹ چلاتا ہے۔

تجارت کے مقابلے سود سے، بغیر محنت کے مال ملنے پر سود کو رواج دیا ہے، نیم عریانیت میں لذت پا کر جسم کی نمائش اپنی نفس کی خواہش پر کرتا ہے۔

غرض نیکی اور برائی، خیر اور شر کا اختیار رکھتے ہوئے یہ سارے کام کرتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا، آخرت کی کھیتی ہے، جو یہاں (دنیا میں) بوئیں گے وہی وہاں (آخرت میں) کاٹیں گے۔

وہ قطعی ذرہ برابر ناانصافی اور ظلم نہیں کرے گا، وہ صفتِ ظلم سے پاک ہے، وہ اپنی ان صفات **المقسط** اور **العدل** کو یاددلانے نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ذریعہ بار بار **مالک یوم الدین** پڑھارہا ہے تا کہ بندہ اس کے عدل وانصاف کو رات دن یادر کھے۔

☆ جو لوگ اللہ کی ان صفات کا ادراک نہیں رکھتے وہ دنیا میں جھوٹی باتیں، جھوٹے مقدمے، بے ایمانی، حق تلفی، مال لوٹنے والے گناہ اور ظلم کی زندگی اختیار کرتے اور غیر مسلموں کو صحیح فیصلہ کرنے والا جان کر یا غیر مسلموں کی عدالتوں میں جھوٹے مقدمات ڈال کر دنیا کماتے ہیں، اللہ کی سزاؤں اور عذاب کی پرواہ نہیں کرتے، جان بوجھ کر اللہ کی نافرمانیاں کر کے بے فکر اور مطمئن زندگی گذار کر اللہ کے معاف کرنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

☆ جو لوگ ان صفات کا زبردست ادراک رکھتے ہیں، وہ جھوٹے مقدمے نہیں ڈالتے، وہ مرنے سے پہلے لوگوں کے حقوق ادا کر دیتے، وہ زنا، قتل، جوا، شراب، بے حیائی کی زندگی سے دور رہ کر عدل والی انصاف والی زندگی گذارتے، چنانچہ وہ عدل ہی

کی خاطر اپنے شوہر کے پیچھے خیانت نہیں کرتے، اللہ کے حکم پر عدل ہی کی خاطر پردہ کرتے اور عدل ہی کی وجہ سے وہ نفس کا حق جائز طریقوں پر ادا کرتے، جسم و جان کو مصیبت نہیں دیتے، زندگی کے تمام شعبوں میں عدل ہی عدل اختیار کرتے ہیں، کسی سے رشوت، سود، جوڑے کی رقمیں، مکانات، دُکانات پر قبضے، زمینات پر قبضے کرنے سے گھبراتے ہیں، چوری، جھوٹ اور ناانصافی سے گھبراتے ہیں۔

☆ غرض یہ تمام حالات بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسانی حکومتیں اور انسانی عدالتیں اندھیر نگری چوپٹ راج کی مانند ہیں، جہاں انسان کو صحیح اور مکمل انصاف نہیں ملتا، دنیا کے بہت سارے کاموں میں تو انسان گناہ پر گناہ کرتا ہے، ظلم پر ظلم کرتا ہے مگر اس پر کوئی پکڑنے اور حساب لینے والے ہی نہیں، ہزاروں انسان چھپ کر رات کے اندھیرے میں لوگوں اور حکومت کی نگاہوں سے بچ کر چوری، قتل، رشوت، زنا، ناچ گانا، شراب، جوے بازی سب کچھ کرتے ہیں، کوئی ان کا حساب لینے والا نظر نہیں آتا، یا وہ حکومت کو معلوم ہی نہیں ہوتا، یا مجرم اپنی پہچان ہی نہیں رکھتا، یا گواہوں کو قتل کر دیتا ہے۔

☆ مگر اللہ کی حکومت، اللہ کی عدالت اور اللہ کا انصاف انسانی حکومتوں کی طرح نہیں، وہ اگر **العدل** اور **المقسط** نہ ہوتا تو انسان کی دنیوی زندگی کا مکمل بدلہ اور جزاء اور سزا نہ ملتی، اس نے جب دنیا کا نظام عدل پر قائم کیا ہے تو آخرت کا نظام بھی عدل و انصاف پر قائم کرے گا، ذرہ برابر کسی سے ناانصافی اور ظلم نہیں کرے گا، وہ **العدل** اور **المقسط** ہونے کے ناتے سارے انسانوں کو دوبارہ زندہ کرے گا اور ان کی زندگی کے ایک ایک لمحہ کا حساب لے گا اور مکمل عدل کرے گا، انسانی عدالتوں کے جج اور منصف، ملزم اور مظلوم دونوں سے ناواقف اور اندھے ہوتے ہیں، وہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے جانتے ہی نہیں، سوائے پولیس اور گواہوں کے بیانات اور پیروی کرنے والوں کی لفاظی اور چالاکیوں کو سن کر کاغذ پر جھوٹی سچی رپورٹ تیار کی جاتی ہے، اسی پر اپنا فیصلہ دیتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے سامنے چالاکیاں، جھوٹ، فریب، دھوکہ، جھوٹی گواہی،

جھوٹی شہادت، غلط رپورٹ کچھ بھی نہیں چل سکتی، وہ تو **العلیم، السمیع، البصیر** اور **الخبیر** بھی ہے، وہ سب کچھ جاننے اور علم رکھنے کے باوجود انسانوں کو اپنے انصاف اور فیصلہ پر مطمئن اور راضی کرنے کے لئے مقدمہ قائم کرے گا، تاکہ ظالم اور مظلوں دونوں اس کے فیصلہ پر راضی ہوکر یہ کہیں کہ اللہ نے صحیح صحیح فیصلہ صادر فرما دیا ہے، بے شک میں مجرم ہوں اور سزا کا مستحق ہوں، گویا مجرم اپنے آپ کو حقیقت میں مجرم، گنہگار، سزا کا حقدار سمجھے گا، اللہ کے فیصلہ پر کوئی ناانصافی اور غلط فیصلہ نہیں کہے گا، نہ اس کو اللہ کے پاس بار بار درخواست کرنے کی ضرورت رہے گی۔

☆ اس نے اپنی صفات **العدل** اور **المقسط** کو سمجھانے کے لئے یہ بھی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دی کہ اس کا انصاف ایسا مکمل اور زبردست ہوگا کہ انسانوں کا حساب شروع ہونے سے پہلے جانوروں میں ان جانوروں کو اللہ کچھ دیر کے لئے زندہ کرے گا جو ایک دوسرے کو ناحق مارے ہوں گے، مثلاً بے سینگ والی بکری کو سینگ والی بکری ماری ہوگی تو اس سے بدلہ دلایا جائے گا، انسان نے اگر اونٹ، گائے، بھینس پال کر ان پر ظلم کیا ہے یا ان کو چارہ صحیح نہیں ڈالا یا ان پر بوجھ زیادہ ڈالا یا ان کو بے جا مارا ہے تو ہر جانور کے مالک کو جانور کے پیروں میں لٹا کر جانور سے ظلم کی مقدار کے برابر نیچے روندا جائے گا، وہ جانور اس مالک کو اپنے پیروں سے ماریں گے۔ (مسلم)

☆ ذرا غور کیجئے! اللہ تعالیٰ جب جانوروں کے تعلق سے اتنا مکمل اور زبردست انصاف کرے گا تو کیا انسانوں کو ان کے ظلم پر، شرکیہ عقائد پر یونہی چھوڑ دے گا؟ اس کے انصاف اور عدل کا یہ عالم ہوگا کہ ظالم دنیا کی عدالتوں کی طرح گواہ طلب کرے تو اللہ تعالیٰ منہ بند کر کے جسمانی اعضاء سے گواہی دلوائے گا اور ظالم کے جسمانی اعضاء گناہ کی شہادت پیش کریں گے، پھر زمین کے جس حصہ پر اس نے رات اور دن میں گناہ کیا اس کی گواہی زمین کا وہ حصہ دے گا، زمین پوری خبریں بیان کرے گی، (ترمذی، مسند احمد) اور زمین فوٹو پیش کرے گی، اس لئے ہر مجرم اللہ کے عدل اور انصاف پر بالکل مطمئن ہوکر اپنے آپ کو سزا کا مستحق اور اللہ کا مجرم تصور کرے گا۔

☆ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی کہ ہر انسان کو حشر کے میدان میں پانچ سوالات کے جوابات دینے ہوں گے، تب ہی اس کے قدم آگے بڑھ سکیں گے۔

(۱) عمر کس کام میں گذاری؟ (۲) جوانی کن کاموں میں خرچ کی؟ (۳) مال کس طرح کمایا؟ (۴) مال کس طرح خرچ کیا؟ (۵) جو علم حاصل کیا اس پر کتنا عمل کیا؟ (ترمذی)

اس نے اپنے ایمان والے بندوں کو ظلم سے روکنے اور انسانوں کو حقوق تلف نہ کرنے اور عدل کے ساتھ زندگی گذارنے کے لئے قیامت سے پہلے ہی اپنے انصاف کو سمجھانے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ تعلیم دی کہ مفلس اور غریب وہ انسان ہوگا جو حشر کے میدان میں نیکیوں کے دفتر کے دفتر لے کر آئے گا، لیکن اس کے نامۂ اعمال میں لوگوں پر ظلم وزیادتی، حق تلفی، لوگوں کا ناحق مال کھانا، رشوت، سود، دھوکہ، فریب، قتل وخون، غارت گری، عصمت ریزی، مار پیٹ، غیبت، جھوٹ، چغلی، تہمت، جھوٹے مقدمات، دُکان، مکان اور زمین پر ناجائز قبضے، شادی کے نام پر لڑکی والوں کو لوٹنا سب کچھ ہوگا، ایسی صورت میں اللہ کا فیصلہ بھی کتنا عمدہ اور اچھا فیصلہ ہوگا کہ وہاں روپیہ پیسہ، درہم ودینار نہ چلے گا اور نہ انسان کو اس کی ضرورت ہوگی، وہاں پر سخت ضرورت زیادہ سے زیادہ نیکیوں کی ہوگی، تاکہ وہ جہنم سے بچ کر جنت میں اونچا اور اعلیٰ مقام حاصل کرلے، ایسی صورت میں ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دے دی جائیں گی، اگر اس کے باوجود ظالم کا ظلم لوگوں پر باقی رہے تو مظلوم کے گناہ ظالم کو دے دئے جائیں گے اور پھر ظالم مفلس اور کنگال ہوجائے گا، اس کی پوری نیکیاں ختم ہوکر گناہ ہی گناہ کا بوجھ بڑھ جائے گا، اس پر وہ جہنم کے حوالے ہوجائے گا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جب ایمان والوں کو اللہ کا اس طرح فیصلہ کرنا سنایا جائے گا تو وہ دنیا کی زندگی میں بڑے سے بڑے ظلم وزیادتی پر دنیا کے لوٹنے پیٹنے پر، غیر مسلموں کی اذیتوں پر، قتل وخون، ناانصافیوں، حق تلفیوں پر، ناجائز اور جھوٹے مقدمات پر، جھوٹے فیصلوں پر صبر واستقامت اختیار کریں گے اور اللہ کے پاس مکمل انصاف اور اجر کی امید میں زندگی گذاریں گے، ناامیدی اور کفر سے دور رہیں گے، گویا دنیا کی زندگی میں ایک

انسان ظلم والی زندگی سے کسی کا قتل کر کے، کسی کی عصمت لوٹ کر، کسی کا مال ناحق کھا کر، شادی کے نام پر لوگوں کو لوٹ کر یا حقوق ادا نہ کر کے کھائے تو وہ گھاٹے، خسارے اور نقصان کا سودا کر رہا ہے، اپنی نیکیوں کو ضائع کر رہا ہے، دنیا ہی میں نیکیاں فروخت کر کے دنیا کا ناقص مال لے رہا ہے، اور آخرت میں کنگال اور مفلس بننے کا سودا کر رہا ہے۔

اس لئے جب یہ حدیث سننے کے بعد حقیقت میں آخرت پر یقین مضبوط ہو اور اپنے آپ کو گھاٹے اور خسارے سے بچانا ہو تو ساس، بہو پر اور بہو، ساس پر ظلم کرنا چھوڑ دے، وراثت کو صحیح تقسیم کرے، رشوت اور جوڑے کی رقمیں لینا حرام سمجھے، کسی پر ظلماً جھوٹے مقدمات نہ ڈالے، مال حرام لیا ہے تو واپس کر دے، وغیرہ۔

اللہ نے کافروں، مشرکوں اور ایمان سے خالی انسانوں اور گناہوں میں مبتلا انسانوں کا انصاف یہ رکھا ہے کہ انہوں نے اللہ کی نمک حرامی کی اور اللہ کا یا اللہ کی قدرت کا انکار کیا، اللہ کی اطاعت وعبادت سے منہ موڑا، پیغمبر کی سنتوں کے مقابل اخلاقِ رذیلہ کو پسند کیا اور بدعات کو ہوا دی، دین کی شکل کو بگاڑا، اللہ کو صحیح نہ پہچان کر مخلوق کو اللہ جیسا سمجھا، یا اللہ کے حقوق، مخلوق کو دیئے، وہ دنیا میں اللہ کو پہچاننے سے اندھے تھے، اس لئے ان کو آخرت میں اللہ کے دیدار سے محروم کر دیا جائے گا، وہ آخرت میں اندھے رہیں گے اور دوزخ کی آگ میں مختلف سزائیں ان کو دی جائیں گی، کافر اور مشرک ہمیشہ آگ کے عذاب میں رہیں گے اور مومن کو دوزخ میں سزا دے کر پاک کیا جائے گا، دوزخی کو دوزخ کی آگ میں مکہ اور مدینہ کے برابر کے فاصلہ کے برابر جسم دے کر جلایا جائے گا، آگ کی سزائیں دی جائیں گی۔

وہ **المقسط** ہونے کے ناتے جب اپنے کسی گنہگار بندے کو معاف کرنا چاہے گا تو ہر قسم کی قدرت رکھنے اور اختیارات رکھنے کے باوجود **المقسط** کے تحت وہ مظلوم کو نعمتیں بتلا کر راضی کرے گا کہ وہ اگر مجرم کو معاف کر دے تو اس کو جنت کی فلاں فلاں نعمتیں اور محلات دیئے جائیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ کسی ظالم کو معافی دینا چاہے گا تو مظلوم کو جنت کے محلات دکھائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ ان محلات اور نعمتوں کے معاوضہ میں تو ظالم کو معاف کردے، مظلوم جنت کی ان نعمتوں پر فوراً راضی ہوکر ظالم کو معاف کردے گا اور جنت میں ظالم کو اپنے ساتھ لے جائے گا، (الدر المنثور:۳۰/۲۶۱، ابو یعلی) ذرا غور کیجئے! کیا دنیا کا کوئی جج مظلوم کو اس طرح راضی کرتا ہے؟ یہ انصاف کے ساتھ اس کا احسان بھی ہے۔

☆ منافق جو دکھاوے اور جھوٹ کے ذریعہ ایمان لائے گا وہ کہے گا کہ اے اللہ! میں نے تجھ پر ایمان لایا، تیری کتاب اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا اور پھر اپنے کارنامے بیان کرے گا، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ٹھہر جا! میں تجھ پر ایک گواہ قائم کرتا ہوں، پھر اس کے منہ پر مہر لگادی جائے گی، اس کی ران کو حکم دیا جائے گا کہ بول! تو اس کی ران، اس کے ہاتھ اور اس کے دوسرے اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گی۔ (مسلم) اس سے اس کا جھوٹ اور اس کی منافقت کھل جائے گی۔

☆ احادیث میں ہے کہ قیامت کے دن کامیاب لوگوں کے چہرے روشن، خوبصورت اور منور ہوں گے، ان کا نامۂ اعمال سامنے سے سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ خوشی خوشی سب کو دکھاتے پھریں گے، ناکام لوگوں کا چہرہ سیاہ اور بدبودار ہوگا، ان کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے ہوں گے، ان کا نامۂ اعمال پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

☆ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کے برابر کا ہوگا، لیکن ایمان والوں کے لئے یہ کھڑا ہونا ایک فرض نماز کے وقت کے برابر ہوجائے گا، یعنی بہت ہی مختصر، (بیہقی) جہنمی، ناکام، کفار اور مشرکین کے لئے وہ بہت ہی مشکل اور کٹھن دن ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی دنیا میں غیبی مدد کرکے ان پر رحمت‘ سلامتی اور عزت نازل کرکے مدد کرتا ہے، ان کی زندگیوں میں برکت وکامیابی دیتا ہے اور ان کے اعمال کا فیض جاری کرتا ہے، ثوابِ جاریہ کا انتظام فرماتا ہے، ویسے وہ نیک اور صالح انسانوں کی بغیر اسباب کے بھی مدد کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں صفات **العدل** اور **المقسط** کے ذریعہ اپنے ایمان والے بندوں کو یہ تعلیم دے رہا ہے کہ وہ دنیا میں مخالف حالات اور انسانوں کے ظلم وزیادتیوں اور ناگواریوں، تلخیوں، دشمنیوں، ناانصافیوں، بغض وعداوت، لڑائی جھگڑوں اور فسادات پر اگر ان کو فوراً اللہ کی مدد نظر نہیں آرہی ہو تو ناامید نہ ہوں بلکہ صبر کریں اور اللہ کو **المقسط** جان کر آخرت میں پورا پورا انصاف ملنے کا عقیدہ رکھیں، جن کے ساتھ دنیا میں عدل نہ کیا جائے، آخرت میں وہ مکمل عدل پائیں گے، اچھا بدلہ پائیں گے، دنیا کی زندگی برباد ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، عزت، سکون اور آرام تو آخرت کا اصل اور پائیدار ہے، اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے، وہ المقسط ہونے کے ناطے ایسا زبردست مکمل انصاف کرے گا کہ آخرت میں مجرم بھی اپنے مجرم ہونے کا انکار نہ کرسکے گا، اور اللہ کے فیصلے عدل کو حق وانصاف مانے گا اور مظلوم بھی خوش ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنی صفت **المقسط** کے ذریعہ انسانوں کو یہ تعلیم دے رہا ہے کہ جس طرح اس نے دنیا کے پورے نظام کو عدل پر قائم کیا انسانوں کی زندگی کا حساب **المقسط** کے ذریعہ پورے عدل کے ساتھ لے گا، دنیا کی عدالتوں میں انسان اپنی چالبازیوں اور مکاریوں سے سزا نہ پا کر چھوٹ جاتے ہیں مگر اللہ کی عدالت میں دنیا کی مکاریاں، سفارش، اقتدار کا زور، حسب نسب، قوت وطاقت اور روپیہ پیسہ کچھ بھی کام نہیں آئے گا، دنیا میں انسان اپنی حکومتوں، حاکموں، ججوں اور انصاف کرنے والوں کو دھوکہ دے سکتے ہیں، جھوٹ کو سچ بنا سکتے ہیں، مگر اللہ کی عدالت میں کوئی تمہارا وکیل تائید کرنے اور بچانے والا نہ ہوگا، وہاں صرف سچائی اور ایمانداری کا بول بالا ہوگا، نیک اور صالح لوگ ہی بچ سکیں گے۔

اس مضمون کو سمجھنے کے لئے سورۃ النساء کے بیان کردہ اس واقعہ کو ذہن میں رکھئے۔

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُن لِّلْخَائِنِينَ خَصِيمًا ○ وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ○ (النساء:۱۰۵،۱۰۶)

ترجمہ: هم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ اللہ نے جو راستہ

تمہیں دکھایا ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور خیانت کرنے والوں کے لئے بحث کرنے والے نہ بنو، ان کی وکالت نہ کرو، اللہ کو ایسا انسان پسند نہیں جو خیانت کرے اور گناہ پسند کرتا ہے۔

ان آیات کا شانِ نزول یہ ہے کہ انصارِ مدینہ میں ایک خاندان بنو ابیرق کے نام سے مشہور تھا، ان کے بہت سے لوگ ایمان لائے اور سچے مسلمان بن گئے، اسی خاندان کا ایک فرد جس کا نام ترمذی اور حاکم کی روایت کے مطابق بشیر تھا' وہ بظاہر مسلمان تھا مگر اصلاً منافق تھا۔ ایک دن اس نے حضرت قتادہ بن نعمانؓ کے چچا حضرت رفاعہؓ کے گھر میں چوری کی، حضرت رفاعہؓ نے جب دیکھا تو تھیلا چوری ہونے کی اطلاع اپنے بھتیجے حضرت قتادہؓ کو دی، سب نے مل کر بستی میں تلاش کیا، تو معلوم ہوا کہ آج رات بشیر (بنو ابیرق) کے گھر میں (تندور کی) آگ روشن تھی اور روٹی پکانے کی بو آرہی تھی، حضرت قتادہؓ اور ان کے چچا حضرت رفاعہؓ کو پہلے ہی سے بشیر پر شبہ تھا، اسی شبہ ہی کی بنیاد پر حضرت قتادہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زرہ، آٹا اور اسلحہ چوری ہونے کی اطلاع دی اور شبہ بشیر پر ظاہر کیا۔

جب بنو ابیرق (بشیر کے) خاندان والوں کو راز فاش ہونے اور بشیر کی چوری کی اطلاع ملی تو سب رات کے وقت جمع ہوئے اور اپنے خاندان کو بدنامی سے بچانے اور خاندان کے آدمی کو مجرم ٹھہرانے سے بچانے کے لئے ضمیر کی آواز کے خلاف شیطانی وسوسے میں یہ منصوبہ بنایا کہ زید بن سمین جو یہودی تھا اور اسلام و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مخالف و دشمن تھا اس پر چوری کا الزام لگا دو اور تھیلا بھی اسی کے گھر میں ڈال دو، اور اُسے مجرم ٹھہراؤ، اور رسول اللہ ﷺ سے کہا جائے کہ چوری یہودی نے کی ہے، ہمیں اس کا پورا علم ہو چکا ہے۔

چنانچہ بشیر اور اس کے خاندان والے شیطانی ترغیب پر اس جھوٹے منصوبے کے تحت آٹے کی بوری کو تھوڑا سا سوراخ کر کے یہودی کے گھر کے قریب آٹا گراتے ہوئے چوری کے آثار ظاہر کرتے ہوئے اس کے گھر میں ڈال دیا اور پھر اس کے خاندان کے افراد نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر یہودی پر الزام لگا دیا اور کہا کہ چوری تو اصل میں

یہودی نے کی ہے، ہمیں اس کے پورے آثار مل گئے ہیں، آپؐ ہمارے آدمی کو سب لوگوں کے سامنے اس الزام سے بری فرما دیجئے، انہوں یہ بھی کہا کہ حضرت قتادہؓ بغیر ثبوت اور گواہ کے ہمارے آدمی پر الزام لگا کر مجرم ٹھہرا رہے ہیں، اور ایک ایسے خاندان کو بدنام کر رہے ہیں جو اسلام کا سچا دوست اور مددگار ہے۔

جب یہ بات یہودی کو معلوم ہوئی تو یہودی نے سختی سے انکار کیا اور چوری نہ کرنے پر قسم کھائی، اس پر بشیر کے خاندان والوں نے کہا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے، اس کی بات کا اعتبار نہ کیجئے، ہماری بات تسلیم کیجئے، کیونکہ ہم مسلمان ہیں، آپ یہودی کے مقابلے ہماری حمایت کیجئے، قتادہؓ کو ہمارے آدمی پر چوری کا الزام لگانے سے روکئے، پھر انہوں نے یہودی کے گھر سے آٹے کا تھیلا نکال کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش بھی کر دیا۔

ظاہری حالات اور بنوابیرق کے لوگوں کی گفتگو سے رسول اللہ ﷺ نے بھی یہودی کے چوری کرنے کو صحیح سمجھا، اور قتادہؓ سے کہا کہ تم بغیر ثبوت اور گواہ کے شبہ کی بنیاد پر ایسے خاندان پر چوری کا الزام لگا بیٹھے ہو جس کے اسلام اور دینداری کا چرچا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ظاہری حالات اور یہودی کے گھر سے چوری کا مال برآمد ہونے اور خاندان بنوابیرق کی شیطانی ترغیبات کے ذریعہ زبردست غلط بیانی پر چوری کی سزاء یہودی پر جاری کرنا چاہتے تھے کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے، اللہ نے رسول اللہ ﷺ پر یہ حقیقت منکشف فرمادی اور قرآن کی ان آیات سے بشیر کی چوری کو کھولکر بنوابیرق کے لوگوں کا یہودی پر جھوٹا الزمام لگانے کو ظاہر کر دیا اور یہودی کو چوری کے الزام سے بری کر دیا۔

ان آیات سے ملنے والی نصیحتیں

ان آیات میں سچائی کو ظاہر کر کے مسلمانوں کی تربیت کی گئی اور ان مسلمانوں کو سختی سے ملامت کی گئی جو محض خاندان، رشتہ داری کی بنیاد پر مجرم کی حمایت کر کے شیطان کے مکر وفریب میں جھوٹ کو اختیار کیا، مجرم کی زبردستی حمایت میں شیطان کی سکھاوٹ پر جھوٹا منصوبہ اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف بنایا اور شیطان کا ساتھ دیتے ہوئے تعصب، نفرت

اور دشمنی کی وجہ سے ایک غیر مسلم بے قصور انسان کو جھوٹا الزام لگا کر مجرم بنانے کی کوشش کی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شیطان نے انہیں اللہ کو سمیع وبصیر نہ سمجھا کر اور اللہ کے خبیر و علیم ہونے کو بھلا کر ان کے جھوٹے منصوبے سے واقف ہونے والا نہ سمجھایا اور اللہ سے غافل بنا کر مجرم کی زبردستی تائید کروائی، ان کی اس حرکت سے ان پر اللہ کے سمیع و بصیر اور علیم و خبیر ہونے کا ادراک نہ ہونے کو ظاہر کروایا ہے۔

یہ ایمان والوں کے لئے نئی جگہ تھی، نئے مسلمان بننے والوں کی ابتدائی تربیت کا زمانہ تھا، اللہ نے ایمان والوں کو ایسے گھناؤنے جرم سے دور رہنے اور بے قصور انسان پر جھوٹا الزام لگانے سے سختی سے منع کیا، بتلایا کہ یہ ایمان والوں کا کردار نہیں ہے۔

☆ اس میں یہ بتلایا گیا کہ جو لوگ اس طرح جھوٹے بہتان کے ذریعہ دنیا کو دھوکہ دیں وہ گویا شیطان کے جال میں پھنس کر شیطان ان کو دوہرے گناہ کا سودا کرواتا ہے، ایک تو چوری کرنے کا گناہ کبیرہ، دوسرا بہتان اور جھوٹی تہمت لگانے کا کبیرہ گناہ، گویا وہ چوری کر کے جھوٹ بول کر مزید یہ اپنے گناہ میں اضافہ کر لیتے ہیں ان کو دوگنا عذاب بھگتنا پڑے گا۔

☆ اگر کوئی جماعت یا گروہ شیطان کی گرفت میں آ کر کسی مجرم کو مجرم جانتے ہوئے مجرم کو بچانے کے لئے جان بوجھ کر جھوٹا منصوبہ بنا کر بے قصور انسان پر جھوٹی تہمت کی وکالت کرے تو شیطان ان کو تین گناہوں میں حصہ دار بناتا ہے، ایک چوری، دوسرا جھوٹ، تیسرا تہمت، اگر توبہ نہ کریں تو وہ بھی مجرم کے ساتھ تین گناہوں کی سزاء بھگتیں گے، اس لئے کہ مجرم کی بے گناہی کی وکالت دوسرے بے قصور کو مجرم بنانے کی جھوٹی وکالت ہے۔

☆ جن لوگوں نے خاندان کی بدنامی اور مجرم کو بچانے کے لئے جھوٹا منصوبہ بنایا، ان کو یہ احساس دلایا گیا کہ اے لوگو! کان کھول کر سُن لو! دنیا کی اس زندگی میں جو تم کو مہلت ملی ہے اس میں اللہ سے غافل بن کر اللہ کو سمیع و بصیر اور علیم و خبیر نہ سمجھنا اور کسی مجرم کی جھوٹی حمایت میں جج اور منصف کے سامنے جھوٹی بحث و تکرار کرنا، اسے بچانے کی جھوٹی وکالت کرنا، اگر ایسا عمل کرو گے تو یاد رکھو کہ مقدمہ صرف دنیا ہی میں ختم نہیں ہو جاتا، اصلی انصاف

تو قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں ملے گا، وہاں تم سب کو حاضر ہونا اور جواب دینا ہے۔

اللہ کی عدالت میں تم مجرم کو چھڑانے اور اس کی حمایت اور اللہ کے پاس سزاء سے بچانے میں کیا مدافعت اور وکالت کرسکو گے، دنیا میں تو تم جج کو جھوٹ بول کر جھوٹی گواہیاں لا کر دھوکہ دے سکتے ہو، مگر اللہ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔

☆ ایمان والوں میں بخل آسکتا ہے مگر وہ جھوٹا نہیں ہوتا، چاہے ان کو اپنے قریب کے رشتہ دار ہی کے مقابلے سچ بولنا پڑے، جھوٹا بہتان لگا کر دوسرے کو ملزم ٹھہرانا اور جان بوجھ کر مجرم کی بے گناہی ثابت کرنے کی کوشش کرنا' ایمانداری کا شیوہ نہیں ہے، شیطان کی جماعت منافقوں کا طریقہ ہے۔

☆ اصلی وحقیقی عزت تو اللہ کے پاس ملنے والی ہے، دنیا کی عزت و بے عزتی کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی، جو ذات نفع ونقصان دے سکتی ہے اس سے تم چھپ نہیں سکتے، وہ تمہارے ظاہر و باطن اور دلوں کے راز تک سے واقف ہے، تمہارے سارے اعمال پر محیط ہے۔

☆ مفسرین نے لکھا ہے کہ کسی مجرم کے جرم کو جاننے کے باوجود اس کو بچانے اور اس کی وکالت کرنا اور جھوٹی گواہی دینا اور اس کو بچانے کے حربے ومنصوبے بنانا حرام ہے، وہ بھی خیانت کرنے کے گناہ میں آتا ہے۔

☆ ان آیات سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ انصاف کے معاملے میں ایمان والوں کو تعصب سے دور رہنا ہوگا اگر چہ کہ خاندان اور گروہ یا جماعت کا آدمی غلطی پر ہو، ہمیشہ عدل کی ترازو کو قائم کرنا تا کہ ایمان کی روشنی ظاہر ہو کر اسلام کی صحیح شکل انسانوں کو نظر آئے۔

☆ اگر کوئی انسان یا جماعت جھوٹ بول کر دھوکہ دے کر اپنے حق میں غلط فیصلہ حاصل کر لیتی ہے تو وہ خود اپنے آپ کو غلط فہمی میں مبتلا کر لیتے ہیں کہ ان کے جھوٹ سے وہ کامیاب ہو گئے مگر دراصل وہ کامیاب نہیں بلکہ آخرت کے اعتبار سے ناکام ہو گئے، ان کو سوچنا چاہئے کہ قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں جھوٹے انسان کے لئے کون وکیل بن سکتا ہے؟

☆☆☆☆☆